

سیدنا
حسن ابن علی
رضی اللہ عنہما

حکیم فیض عالم صدیقی راجوری

قاضی عبد القدیر خاموش سہیل بھارت

نام کتاب	سیدنا حسن ابن علی
مؤلف	حکیم فیض عالم صدیقی
صفحات	ایک ہزار
تعداد	اول
طبع	
قیمت	
ناشر	
پریس	
کتابت	سیدنا حسن ابن علی
جوڑی کتابت	تاریخ سیدنا محمد بن عبد اللہ
مقام اشاعت	جامع اہل حدیث محلہ مستریاں - بہاول

مکتبہ کے پتے

- ۱۔ حافظ عبد القدیر فاضل علم علی شہان اہل حدیث، محلہ ضلع گجرات
- ۲۔ حاجی رحمت اللہ امیر جمعیت اہل حدیث، فوارہ چوک صدر شاہ
- ۳۔ مولانا عبد الواحد سلفی محلہ چارغ پورہ لالہ موسیٰ
- ۴۔ مکتبہ عزیزیہ، جامع قدس چوک دال گراں لاہور
- ۵۔ مکتبہ عثمانیہ، ۱۶ مسلم لیگ کوئٹہ کراچی۔

حکیم فیض عالم صدیقی

جامع مسجد اہل حدیث - محلہ مستریاں - بہاول

فہرست

صفحہ	عنوانات	صفحہ	عنوانات
۵۷	انتساب	۵	واقعہ تحکیم
۵۹	سیرت نویسی کی مشکلات	۷	سیدنا حسن کی خلافت
۱۰	تمہید	۱۰	سیدنا حسن سیدنا معاویہ کے حق میں
۱۳	حضور صادق و مصدق کی اپنی اولاد سے محبت	۱۳	امو خلافت سے دستبردار ہوتے ہیں
۱۶	سیدہ فاطمہ اور حضرات حسین سے محبت	۱۶	سیدنا حسن نے برصا اور ریت سیدنا معاویہ کے ماتحت پریمیت کی
۱۹	کاپیں منظر	۱۹	خلع خلافت کے بعد
۲۰	حضرات حسین کے فضائل میں وضعی روایات کی کثرت کی وجوہات	۲۰	سیدنا حسن کا خلع خلافت اور ان کے لشکر
۲۲	کیا حضرات حسین صحابی تھے	۲۲	عام الجاعت
۲۵	سیدنا حسن کی ولادت	۲۵	شراط صلح
۳۰	سیدنا علی اور سیدہ فاطمہ کے تعلقات	۳۰	سیدنا معاویہ اور حسین
۳۳	سیدنا علی کی زندگی کے مختلف ادوار	۳۳	سیدنا حسن کی امویوں سے رشتہ داریاں
۳۷	واقعات گذشتہ پر ایک اجمالی نظر	۳۷	وفات
۴۰	سیدنا علی کی نام نہاد خلافت اور سیدنا حسن	۴۰	تدفین
۴۴	چند سوالات	۴۴	فضائل و مناقب

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

عن ابی بکرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال
سأیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ
وسلم علی المنیر والحسن بن علی
الی جنبہ وهو یقبل علی الناس
مرۃ وعلیہ اخری ویقول
ان بنی هذا سید و
لعل اللہ ان یرسل بہ بین
نشتین عظیمتین مت
المسلمین -

(سرواۃ بخاری)

و در بڑی جماعتوں کے درمیان -
(بخاری)

انتساب

میری عمر چار پانچ سال کے درمیان تھی۔ سر دلوں کے ان تھے اور صبح نو دس بجے
کا وقت تھا اس وقت یہ حافظہ میں موجود نہیں کہ کون کیا کر رہا تھا کہ باہر سے کسی نے بڑے ہنگ
قسم کے لہجے میں آواز لگائی۔ نذر اللہ تیار حسین؟ میں آواز سن کر باہر لپکا میرے عقب سے آواز آئی
سائیں اللہ! نذر اور نیاز سب اللہ کے لئے ہے، کہو تم کیا چاہتے ہو، گھوم کر دیکھا تو ابا حضور
تھے اور سامنے ایک بڑا خوشوار قسم کا سیب پوش ملنگ کھڑا تھا، بڑی بڑی ٹوچیں، سرخ آنکھیں
ایک اچھا خاصہ وزنی ڈنڈا ہاتھ میں۔ بڑی پُر عجب گھر مصنوعی قسم کی آواز میں بولا،
سائیں بادشاہ ایک منگہ حسین سے کوئی نذرانہ قبول کرنے کے لئے تیار نہیں اس کے بعد جو
کچھ ہوا میری نظر اس کا تعاقب نہ کر سکیں۔ البتہ ابا حضور کی یہ آواز۔ کالوں میں گونجی۔
ارے مردو! میں منگہ حسین ہوں اور تو حسین بن ہے اور سائیں بادشاہ! پاؤں نشانے چیت بین
پر پڑے اور ابا حضور اس کے سینہ پر سوار نظر آئے۔ "سائیں بادشاہ" گھگھیلے، غائباً
ملنگ کی آواز سن کر اندر سے ابا حضور لپک کر باہر نکلیں اور ابا حضور سے "سائیں بادشاہ"
کوشجات دلائی۔ اس وقت تو یہی نظر آیا کہ ابا حضور نے اپنے سے تین گنا لجم و شیخیم
ملنگ کو بچھا کر رکھ دیا مگر اس کے چل کر ابا حضور کا وہ ترک توڑ واقعہ میرے لئے مشکل راہ
بن گیا۔ اسی واقعہ کی یاد میں

سیدنا حسن کے حضور میں اس نذرانہ عقیدت کا انتساب

ابا حضور کے نام کرتا ہوں۔ جو نومبر ۱۹۵۹ء میں ایسی حالت میں شہادت ہجرت سے
سرفراز ہوئے جب ان کی نذر پروردہ اولاد بارہ سال سے پاکستان میں دھکے
کھانے کے باوجود نان شبینہ تک کی محتاج تھی۔

کا شک۔ ابا حضور آج زندہ ہوتے اور اپنی اولاد کو خوشحالی کی زندگی میں دیکھ سکتے۔

فیض عالم

یکم فروری ۱۹۷۹ء

مولف کی دیگر تالیفات

اختلاف امت کا المیہ: اس میں مذاہب اربعہ، منہج مذہب، متکثرین حدیث، امتزاجیت، سوشلزم، وغیرہ پر تفصیلی بحث کے علاوہ برصغیر میں اہل بیت کی دینی خدمات کا جائزہ۔
حقیقت مذہب شیعہ: دوسرا ایڈیشن شیعہ مذہب کی مکمل انسائیکلو پیڈیا۔
واقعہ کربلا: صوبہ سرحد اور پنجاب نے ضبط کر لی ہے۔
بنات الرسول: شیعہ زعماء سے اس موضوع پر خط و کتابت اور اس پر محاکمہ مقام صحابہ: شیعہ مذہب کی کتاب ہے۔ یہ کتاب امریکن یونیورسٹیوں کے لٹریچر پر آچکی ہے۔

شہادت ذوالنورین: اس کتاب پر ماہنامہ ميثاق، شمس الاسلام، چٹان خاں خاں خاں الاسلام نے بڑے جاندار تبصرے لکھے ہیں (دوسرا ایڈیشن)
عمرت رسول: اس کتاب میں عزت، اہل بیت اور اہل علم پر علمی بحث اور ہلالیوں کے خروج کی تفصیلی بحث، ماہنامہ ميثاق، شمس الاسلام اور الاسلام نے اس کتاب پر تفصیلی تبصرے لکھے ہیں۔ فقہان واقعہ حوالب اور شہرہ یالو کی نثری تخلیق کا پس منظر۔

سیرت امیر و ان: امیر و ان بن اسلم کی سیرت، خلافت، علمی خدمات اور ذوق شہادت کا تذکرہ۔

مشکوٰۃ المصابیح کے فوائد غفر لہ: اس کتاب میں ان غلط روایات کی پر ایک نظر: نشانہ نبی کی گئی ہے۔ جو عجیبیت کے راستے تاریخ اسلام میں داخل ہو کر اسلامی روح کیلئے باعث تزلزل ہوئی ہیں۔ صوبہ سرحد نے یہ کتاب ضبط کر لی ہے۔

سلطان بدیعہ: برصغیر میں مسلمانوں کی کدے نیک سلطان شہید اور سلطان حیدر علی کے مجاہد کا سیرت حلیہ کا ثبات: اپنی نوعیت کی منفرد تحقیقی تالیف جس میں ام المؤمنین کی عمر جنگ جمل، اہل تبریم اور علی، ہمارا اور وفات پر بحث کی گئی ہے۔

سیرت نویسی کی مشکلات

ایک تاریخ ساز قوم کی تمام زندگی ایسی مصروفیات کی نذر ہو جاتی ہے کہ اس کے افراد تاریخ نویسی کے لئے اپنی زندگی سے چند لمحات بھی نہیں نکال سکتے۔ پھر جو تاریخ ساز قوم اپنا تہذیب و تمدن غریب مذہب کچھ تاریخ سازی پر قربان کر دینے کا نتیجہ لے سکی ہو اسے اس بات کی غرض بھی نہیں ہوتی کہ تاریخ عالم میں اس کے کارناموں کو کچھ مقام ملے گا بھی یا نہیں۔ ایک تاریخ ساز قوم کے جذبات عشق و وارفتگی اسے نیت و عواقب سے بے پروا کر کے طغیان و سرکشی کی خرم سوز نمائندوں کی سرکوبی کی راہ پر اس طرح ڈال دیتے ہیں کہ اسے یہ سوچنے کی محنت نہیں ملتی کہ مستقبل میں پیدا ہونے والی قوموں کے اذیان و قلوب میں ان کے متعلق کس قسم کے اثرات مرتب ہوں گے۔

اگر خوش نصیبی سے ایسی تاریخ ساز قوم کو دیا نندار قسم کے تاریخ نویس مل جائیں تو سبحان اللہ اور اگر تاریخ نویسی بد دیانت قسم کے افراد کے ہاتھوں میں پہنچ جائے تو یہی دنیا تک ان کی بددیانتی ملک و قوم کے لئے ایک قسم کا ایمان سوز حربہ ثابت ہوتی رہے گی۔ مسلم قوم کی بد نصیبی کہ جب صحابہ کرام کا پاکیزہ گروہ اور تابعین کے جلیل القدر افراد تاریخ سازی میں مصروف تھے تو مفتون اقوام کے تو مسلم بھی نہ اور اپنی نسلی عصبیت بعض باطن اور فیض کے حیلوں سے عیس ہوں کہ تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کے میدان میں سرگرم تھے۔ فردن اول کے پختہ مورتوں میں سے آئینس علی نژاد تھے ان سب نے "بالی عمر کینہ" و "عمر است عجم" کو ماٹو بنایا اور جس قدر بددیانتوں سے کام لے سکتے تھے اس میں کوئی کسر نہ اٹھا رکھی۔ گروہ بد دیانت تاریخ نویس اپنی پوری کوششوں اور ہر لور تو انہیوں کو برائے کار لانے کے باوجود صحابہ کرام کے آفتاب عالمات کی طرح خوشام و تاباں کارناموں کو گو گھسیٹ کر غبار آلود کرنے میں کامیاب ہو گئے مگر اپنی خاموشوں کے مطابق مثالی سکے۔ یہاں تک کہ امیر المؤمنین سیدنا عبدالمکرم بن ابیالمؤمنین قرآن کے مشہور گورنر فاضل حاج بن دہشت جیسے مدبرین اور سیاست دانوں کا نام باوجود ہزاروں مر

پتھن کے تاریخ عالم سے محو کر سکے۔ اس قسم کے بددیانت مفرح انہیں بد اعمال اور بد کردار تو کتنے رہے مگر ان کی فتوحات کے کارناموں کو نہ چھپا سکے البتہ ان کے چھاپہ کارناموں پر ان کی مفروضہ و مزعومہ بد کرداریوں اور بد اعمالیوں کا غبار اڑاتے ہیں کافی حد تک کامیاب ہو گئے۔

اللہ تعالیٰ کو یہ منظور تھا کہ سطح ارضی کی اس پاکیزہ اور مجاہد مخلوق کے مفروضہ کارنامے یوں نسبتاً منسب ہو کر رہ جائیں۔

ان بددیانت قسم کے عجیب و غریب اور موزوں کے پہلو بہ پہلو جبہ پوشین قسم کے افراد نہایت نامساعد حالات میں اپنی ذہنی صلاحیتوں کو بڑے کاروائے ہوئے اوار نبوت کی کرنوں کی ضیا میں چمکامی دینا سے بالکل الگ تھلک بڑی دیدہ ریزی سے انہماک و اتہار خرافت ریزوں کو رول برول کر صداقت و امانت اور تحقیق و دیانت کے موتی الگ کرنے میں مست رہے۔ انہی بوریشین قسم کے افراد کی ہنوں نے صحابہ کرامؓ اور تابعینؓ عظام کے وہ کارنامے ہم تک پہنچانے کی معادرت حاصل کی جو ایک سچے مسلمان کے لئے سرمایہ سرمدی ہیں۔ ان کے یہی کارنامے آج ہمارے سامنے ”ذخیرہ احادیث“ کے نام سے موجود ہیں۔ کذب افزا کے اس طوفان بدتمیزی میں حقائق کی چھان بین میں ان نردان حق نے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہ کیا۔ مگر کہیں کہیں غیر شعوری اور غیر محسوس انداز میں وہ مردان کار بھی تسامح و ذہول سے کما حقہ اپنا دامن نہ بچا سکے۔ اور بعض اس قسم کی روایات بخاری جیسی اصح الکتاب میں بھی گھس آئیں جنہیں فہم و ذکا اور تدبر و تعقل کی بصارت و بصیرت کے حاملین کسی صورت میں بھی اپنے آپ کو تسلیم کرنے کی حیثیت میں نہیں پاتے۔

پھر آگے چل کر ایک اور مشکل پیدا ہو گئی کہ بعد میں آنے والے بزرگ فوٹیشن ابراہار و معروف معنوں میں علماء نے بصیرت کے فقدان، عقل کی نارسائی، خرد کی تنگ دامانی کی وجہ سے اخبار کے فراہم کردہ اسی رطب و یابس کو ہی دینی سرمایہ سمجھ کر تاریخ کا حلیہ بگاڑنے کو ہی تاریخ نویسی یا بصیرت نویسی کے فرانس سے عہدہ برآئی سمجھ کر ان

بوریشین محدثین عظام کے علمی کارناموں سے چنداں اعتنا نہ کیا۔ اگر اس طرف توجہ کی جی گئی۔ تو انہیں معصوم عن الخطا سمجھتے ہوئے ہر قسم کی روایات پر بھروسہ کرتے ہوئے درایت کو پس پشت ڈال کر کبھی پرکھی مارتے چلے گئے۔

ان حالات میں اگر کسی نے تطہیر تاریخ کی طرف ان کی توجہ مبذول کرانے کی کوشش کی تو ایسے عقل کے پیدل بزرگبراس کے سامنے مشکلات کے پہاڑ کھڑے کرنے پر آمادہ ہو گئے وہ لاکھ سرٹیکے، پیچھے، چلائے، رسالت کی معصومیت کا واسطے دیدے اہمات المؤمنین کی طہارت کی دوبائی دی صحابہ کرامؓ کی عدالت و عظمت کے گن گائے اور علیؓ و اہل بیتؓ کے بیکار پکار کر کہے کہ میں جو کچھ میں کہہ رہا ہوں یہ بھی انہی کتب کے ذخیروں سے چھان پھٹک کر تمہارے سامنے پیش کر رہا ہوں جن کے تم خوشہ چین ہو مگر شونئی نثارو۔

اور ستم ظریفی یہ کہ ان پر بائیت کی ایک طرف کاروائیوں ONEWAY TRAFFIC کا اس قدر اثر ہے کہ انہیں بخاری کی ان روایات میں بھی خوبیاں ہی خوبیاں نظر آتی ہیں۔ جن کی امام بخاریؒ جیسے نابالغ عمر کی طرف نسبت کا تصور نہ ہو بھی جسم بریکٹی طاری کو دیتا۔ دیانت کا تقاضا تو یہ تھا کہ ایسا کہنے والے کی باتوں کو سمجھ گئی سے سنا جاتا۔ ان پر شور کیا جاتا اور پھر فیصلہ کیا جاتا کہ وہ صحیح کہہ رہا ہے یا غلط۔ اس کے پاس اس کے کہنے کوئی ثبوت موجود ہے یا نہیں۔ اگر اس کی باتیں قرآن، صحیح احادیث اور عقل و درایت کی کسوٹی پر پوری اترنے والی ہوتیں تو انہیں قبول کیا جاتا۔ ورنہ ٹھکرا دیا جاتا۔ مگر یہاں صورت ہی دوسری ہے۔ صدیوں سے ذہنوں میں ٹھسے ہوئے عجیب اور سبائی مورتوں کا مفروضہ کذبہ اور مزعومہ تحقیقی نظریات کو ہی حروف آخر سمجھ لیا گیا ہے۔

حقائق سے انحراف یا انکار صرف ان عجیب و غریب نو مسلم تاریخ بگاڑنے والے باطلوں کی تائید ہے۔ جو بدو اسلام سے لیکر آج تک صریحاً اسلام کے دشمن چلے آ رہے ہیں۔

تمہید :-

سیدنا حسنؑ کی ذات اقدس عالم اسلام کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک عظیم رحمت تھی۔ اگر سیدنا حسنؑ کو منسلب صدیق اکبرؑ کہا جائے تو حجابہ حضور صادق و مصدوق کی وفات کے بعد جس طرح سیدنا صدیق اکبرؑ نے کفار مشرکین منافقین اور عیان نبوت کی ملیخوں کے سامنے بند باندھ کر عالم اسلام کو سنبھالادیا تھا اسی طرح سیدنا حسنؑ نے اس وقت عالم اسلام کو سنبھالادیا۔ جب معرکہ جمل صفین نے اسلام کے شیرازہ کو درہم برہم کر کے رکھ دیا تھا۔ سیدنا علیؑ کی فکر کے جانتا ہوا معرکہ جمل صفین کے دوران ہی فیصلہ و کسریٰ کے سروں پر کوہنے والی تلواریں میاؤں میں کرچکے تھے۔

سیدنا حسنؑ دیکھ چکے تھے کہ معرکہ جمل صفین میں صحابہ کرامؓ کی اکثریت سیدہ کائناتؑ اور سیدنا امیر معاویہؓ کے کپ میں ہے یا عائدہ نشین ہو چکی ہے اور جو ایک آھ سیدنا علیؑ کے کپ میں تھا بھی وہ بھی معرکہ نہروان کے بعد اپنے آپ کو بہ سمجھنے پر مجبور پارہ تھا کہ کل جو تلواریں علیؑ کا ساتھ سے رہی تھیں آج ان کا رخ علیؑ کی طرف کیوں ہو رہا ہے۔ وہ انہی حکیم کے بعد ایسا سوچنے والے افراد یہ سوچنے پر اپنے آپ کو حق بجانب سمجھ رہے تھے کہ علیؑ اگر خلیفہ حق تھے تو انہوں نے حکیم کو تسلیم کیوں کیا؟ سیدنا ذوالنورینؑ کی طرح اپنے موقف پر قائم کیوں ہے اور جب حکیم نے انہیں خلافت سے معزول کر دیا ہے تو ان لوگوں کے خلاف تلوار اٹھانے کا کیا مطلب جو لاحکم الاہل کا نعرہ لگا رہے ہیں۔ غور و رجحان کے وہ معتقدات جن کی وجہ سے آگے چل کر ملت نے انہیں خارج از اسلام قرار دیا بہت بعد کی پیداوار ہیں۔ اس وقت اہل سنت یا شیعہ

یا خارجی کا تصور تک موجود نہ تھا۔ بہت بعد میں پیدا ہونے والی اصطلاحیں ہیں۔ اور شیعیت یا خارجیت میں معتقدات کی رنگ آمیزی بہت ہی بعد میں ہوئی۔

سیدنا حسنؑ کے سامنے یہ تمام مناظر موجود تھے۔ وہ دیکھ رہے تھے کہ اس وقت عالم اسلام کے علیل القدر افراد کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود ہو چکی ہیں۔ ان کے سامنے اپنے حقیقی حیا سیدنا عقیل بن ابی طالبؑ کا کردار موجود تھا کہ وہ حقیقی بھائی سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے دل برداشتہ ہو کر سیدنا معاویہؓ کے کپ میں جا چکے تھے۔

سیدنا حسنؑ فتنہ سے ہی اپنے گرامی قدر والد کی پالیسیوں کے عنوانہ تھے۔ جب سیدنا علیؑ کو فاطمہ بنت عثمانؓ نے اپنے سچاؤ کے لئے ماریہ کے بجائے کوہ کو دار الخلافہ بنانے کی سازش کے تحت دہرہ چھوڑنے پر آمادہ کیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے اپنے علیل القدر باپ کو اس اقدام سے روکنے کی کوشش کی۔ یہاں تک کہ آپ مدینہ میں ٹک گئے۔ اور مجبور ہو کر بعد میں ربذہ کے مقام پر اپنے باپ سے جا ملے۔ سیدنا حسنؑ کو خوب معلوم تھا کہ میرے باپ کے کپ کے کرنا دسرا وہ لوگ ہیں جن کی تلواروں سے بھی تک سیدنا ذوالنورینؑ کے خون کے قطرات ٹپک رہے تھے۔

یہی وجوہات تھیں کہ اول سے آخر تک سیدنا حسنؑ اپنے آپ کو سیدنا علیؑ کی پالیسیوں سے ہم آہنگ نہ کر سکے۔ معرکہ جمل میں سیدنا محمد بن طلحہؓ کی لاش کا سرگود میں لے کر علیؑ دیکھ کر حضرت علیؑ کی آنکھیں بھی ڈبڈبائیں۔

اس انارکی اور افراتفری کی سببیت میں لاحکم الاہل کا نعرہ لگانے والوں نے نہروان کے مقام پر شکست کے بعد ایک خطرناک فیصلہ کیا۔ اور اس فیصلہ کو عملی جامہ پہنانے کے لئے تین افراد کو منتخب کیا گیا کہ وہ بیک وقت علیؑ، معاویہؓ اور عمر بن العاصؓ کو قتل کر دیں۔ حملہ ہوا جس میں علیؑ شہید ہو گئے مگر معاویہؓ و عمر بن العاصؓ بچ گئے۔

زیر نظر کتاب میں اسی بطل جلیل اور رجل عظیم کی زندگی کے صحیح حالات پیش

کرنے کی کوشش کی گئی جس نے امتِ موحیہ کے جاں بد۔ یہ جسم کو حیاتِ نو بخشنے کا عظیم کارنامہ انجام دیا۔ ہم اس کے عظیم کارنامہ سے بے خبر نہ رہیں مگر احسانِ فراہمکش ضرور ہیں۔ آج ہم میں ایسے لوگوں کی نو اکثریت موجود ہے جو اس عظیم ہستی کے متعلق عجیب و غریب اور خوں کی خیال آفرینیوں پر مشتمل خرافاتی داستانوں اور افسانوں سے توافقت کرتا ہے مگر اس کی زندگی کے حقیقی خدِ خال سے واقف نہیں۔

اور جبکہ حقیقت آپ کے سامنے آ رہی ہے تو حقیقت چونکہ آپ کے ذہن میں ٹھکے ہوئے خرافاتی نظریات سے ذرا مختلف ہے اور آپ میں سچ کہنے، سچ سننے اور سچ دیکھنے کی صلاحیتیں تقریباً تقریباً نذرِ بابت ہو چکی ہیں اس لئے پسلی نظر میں ضرور یہ حقائق کھٹکیں گے۔

بل لفتد بالحق علی الباطل فیدمغه فاذا هو

ناحق ولکم الویل مما لخصفون (الانبیاء: ۱۸)

حضور صادق موصدق کی اپنی اولاد سے محبت

حضور صادق موصدق کی تمام اولاد کو سچپن میں ہی فردوس بریں کو مدبار کئے۔ بیٹیوں میں سے سیدہ زینبہ الزہراء عین غرودہ بدر کے موقع پر اس دنیا سے تشریف لے گئیں اسکے بعد سیدہ زینبہ اور سیدہ ام کلثوم بھی یکے بعد دیگرے چل بسیں۔ گویا تمام اولاد میں سے صرف سیدہ فاطمہ آنکھوں کے سامنے آخری وقت تک موجود رہیں۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ اٹھارہ اولاد دل کا یوں کیے بعد دیگرے آنکھوں سے اوجھل ہو جانا کوئی معولی بات نہیں۔ اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت کی تمام پیرائہ شفقوں کا محور صرف سیدہ فاطمہ کی ذات ہو کر رہ گئی تھی۔ اسی طرح سے تو اسے اور نو بیٹیوں میں سے بھی سیدنا حسن اور حسین سے بے پناہ محبت تھی اور اس محبت کی چند اور وجوہات بھی تھیں۔

سیدہ زینبہ صلوٰۃ اللہ علیہا جنہیں آنحضرت نے ہی افضل بناتی کے لقب سے افتخار بخشا تھا۔ ان کے لختِ جگر سیدنا علی بن ابی العاص کو فوجِ مکہ کے بروز اپنا رولیت بنانے اور کعبہ کی دیواروں سے تصویریں مٹانے کی عزت بخشی۔ یہ وہی علی بن ابی العاص تھے جنہوں نے غرودہ بریں مکہ میں سالارِ لشکر سیدنا ابو عبیدہ کو سے

بو عبیدہ رخصت پیکار سے مجھے

لبریز ہو چکا میرے صبر و سکون کا نام

کہتے ہوئے کفار پر حملہ کیا اور عینِ عصفوان شہاب میں فردوس بریں کو مدبار کئے۔ سیدہ زینبہ بنت رسول اللہ کی دوسری اولاد سیدہ ام کلثوم تھیں جن کے متعلق ایک روایت ہے کہ آنحضرت نماز کے وقت انہیں اپنے کندھے پر بٹھا لیا کرتے تھے۔

صحیح بخاری کتاب الادب باب الرحمة بروایت ابی قتادہ (نیز دیکھیے صحیح بخاری کتاب الصلوة باب اذا حمل جاذبہ اور صحیح مسلم باب جواز حمل البیان فی الصلوة) اور سجدہ کرنے وقت انا کر رکھ دیا کرتے تھے۔ انہی سیدہ امائمہ کے متعلق ایک دوسری روایت میں آتا ہے کہ ایک روز آنحضرتؐ باہر سے تشریف لائے تو آپؐ کے ہاتھ میں غزف کا ایک پارت تھا اور آپؐ نے فرمایا کہ میں یہ ہار اپنی سب سے زیادہ محبوب اولاد کو پہناؤں گا۔ سیدہ امائمہ کی آنکھیں اس وقت کیچ اُکڑ ہو رہی تھیں۔ آنحضرتؐ نے اپنے دست مبارک سے وہ کیچ صاف کی اور ہار انہیں پہنا دیا۔

سیدہ فاطمہؑ نے انتقال کے وقت سیدنا علیؑ کو انہی امائمہ کے متعلق وصیت کی تھی کہ میرے مرنے کے بعد ان سے نکاح کر لینا۔

سیدہ رقیۃ الزہراءؑ کے بطن سے سیدنا عبداللہ پیدا ہوئے جو طویل عمر پا کر فوت ہوئے اور ان کی اولاد آج بھی دنیا میں موجود ہے۔ مگر سبائیت نے یہ ٹوٹا پھینکا کر انہیں بچپن میں ہی دنیا سے چلنا کیا کہ بچپن میں ایک مرنے والے ان کی آنکھ میں ٹھونگ ماری اور وہ اسی صدمہ سے جان بحق ہو گئے۔

حالانکہ سیدنا عبداللہ جوان ہوئے۔ شادی کی اور صاحب اولاد ہو کر فوت ہوئے ان کی اولاد کے تفصیلی حالات سید عبدالقادر شاہ المعوف سید عبدالستار شاہ مرحوم نے اپنی شہرہ آفاق تالیف آل رقیۃ الزہراء میں بڑی تفصیل سے قلمبند کئے ہیں۔ صاحب لکھتے ہیں :

کہ عثمان غفران پیرائشہ پڑتیا خطاب شہی یافتہ
البرائشہ منشاہ نامو کہ راہنی بروایزودادگر

۱۔ نام عبداللہ بن رقیۃ الزہراء کنیت ابو النور و آپ کا لقب ثروت الدین تھا (صفحہ ۵۲)

برآمد از وزین العابدین سہ گوہر برآمد ازو بالیقین
یکے شاہ عباس اطراف کرد دوم شاہ محمد بدخشاں نورد

آج بھی مظفر آباد اور بالائی ہزارہ کے ضلعوں میں سیدنا عبداللہ کی اولاد کے پاس اپنے خاندانی شجرے موجود ہیں :

سیدنا ذوالنورینؑ

عبداللہ اصغر

امام زین العابدین

امام محمود بدخشاں کے حاکم ہوئے۔

سلطان او حام

امام کاشف خراسان سے حوت کر کے مظفر آباد

میں مقیم ہوئے۔

امام قاسم موجودہ مظفر آباد سے بالحقاب

پھیم رنگ میں حکمران ہوئے۔

تفصیلی حالات کے لئے آل رقیۃ الزہراء دیکھیے۔ مگر بد باطن مورخین کی

دسیبہ کاریوں نے رفوی سادات کا نام ہی تاریخوں سے مٹا دیا۔ اور

عبداللہ اصغر کے بیٹے زین العابدین کی بجائے حضرت حسینؑ کے بیٹے

علیؑ کو زین العابدین بنادیا ۔

سیدہ فاطمہؓ اور حضرات نبیینؑ سے آنحضرتؐ کی محبت کا پس منظر !

گذشتہ مضمون میں بیان کیا گیا ہے کہ آنحضرتؐ کی اولاد ذکرِ بچپن میں ہی فوت ہو گئی۔ سیدہ فاطمہؓ کے علاوہ باقی تین بیٹیاں بھی بچے بعد دیگرے چل بسیں۔ اب آنحضرتؐ کے سارے صرف سیدہ فاطمہؓ رہ گئیں۔ آٹھ اولادوں میں سے صرف ایک کا باقی رہنا گویا تمام کی محبتوں کا سٹکرا ایک کی ذات میں مرکوز ہو جانا تھا۔

دوسرے دو داماد یعنی سیدنا ابی العاصؓ بن ربیعؓ رئیس ابن ربیعؓ تھے۔ ان کی مالی حالت قابلِ رشک تھی۔ ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں اپنی چھٹی خاصی جائیداد پیدا کر لی تھی۔ سیدہ زینبؓ سے انہیں بے پناہ محبت تھی۔ چنانچہ سیدہ زینبؓ کی وفات پر انہوں نے ایک بڑا پردہ مرثیہ لکھا تھا۔ جس کے شعر ہیں:

ذکرت یذنب لہا وکنت ارمی

نقلت سقمیا شغصا لیکن ارحما

(مجھے زینب یاد آئی تو میں نے کہا حرم کا ہر باشندہ شاداب ہے۔

ہنت الامین جناھا اللہ صالحہ

وکل یحل سبیلہ فی الذی علما

زینبؓ تو امین کی بیٹی صالحہ ہے۔ اور ایک شوہر اپنی بیوی کی تعریف

کرے گا۔ جیسے اوصاف کہ مجھے اس کے معلوم ہیں)

سیدہ زینبؓ کی وفات کے بعد سیدنا علیؓ اور سیدہ امامہؓ ہی ان کی محبت کا

مرکز و محور بن کر رہ گئے تھے اس وجہ سے آنحضرتؐ کے ان نواموس کو بہت کم اپنے نانا کے حضور میں حاضر ہونے کا وقت ملتا تھا۔ سیدنا ذوالنورینؑ کے بیٹے سیدنا عبداللہؓ بھی رئیس ابن ربیعؓ تھے۔ اور پھر سیدنا ذوالنورینؑ کی شفقت نے انہیں اپنے نانا کے حضور میں حاضر ہونے کا بہت کم وقت دیا۔

۳۔ ان کے مقابلہ میں سیدنا علیؓ کی مالی حالت نہایت یقیم تھی اور فلسفی کے باوجود ان کے گھر بلیو حالات، چنناں خوش گوار نہ تھے۔ جیسا کہ آگے چل کر بخاری اور ابوداؤد ترمذیہ کتب کی روشنی میں واضح کیا جائے گا۔ تو ان حالات میں سیدہ فاطمہؓ اور حضرات نبیینؑ کا اکثر وقت کا شائد بہت میں گزرتا تھا۔ ان حالات کی موجودگی میں ان کا تذکرہ بار بار روایات میں آتا ہے۔ رتی اور لازمی امر ہے جس سے نتیجہ اخذ کر لیا گیا کہ آنحضرتؐ کو صرف ان سے ہی محبت تھی بلکہ بات کو بڑھا کر اس قسم کی کذب و افتراء پر مشتمل داستانیں تراشی گئیں کہ سوائے سیدہ فاطمہؓ کے نبی علیہ السلام کی کوئی اور بیٹی سرے سے موجود ہی نہ تھی۔

۴۔ مگر بڑے جمل و صغین کے بعد جب سادات بنو امیہ نے تختِ خلافت کو زینبؓ جیشتی تو وہ عہد تن فتنو حالات میں منہمک ہو گئے۔ امیر المؤمنین و لیس بن عبدالمکک کے زمانے میں جنود اسلام میر غریب موسیٰ بن نصیر کی سرکردگی میں مکہ مکرمہ تک شمال مشرق میں قتیہ بن مسلم کی سالاری میں چین کی سرحدات تک اور مشرق میں محمد بن قاسم کی کمان میں ملتان تک پہنچیں۔ اس دور میں عجیب و غریب نام تو مسلم تاریخ نویسی میں منہمک تھے۔ یہ لوگ قاتل بن عثمانؓ سلطانِ نفیۃ السیف افراد کی اولاد کے پروردہ تھے۔ جن کی وجہ سے ہی جمل و صغین میں کم و بیش ایک لاکھ مسلمان شہید ہوئے تھے۔ الغرض ان لوگوں نے حب علیؓ کے منافع و فائدہ لوگوں کی گونج میں مرمومہ اہل بیت کی مدح و ثنا میں باقی تمام صحابہ کرام کو کمری بھر کر رکھ دیا۔ اس دور میں ہی سیدنا علیؓ اور حضرات نبیینؑ کی مدح و ثناء میں لاکھوں روایات وضع کی گئیں۔ مگر یہاں بھی ان لوگوں کی چابکدستی ملاحظہ ہو کہ سیدنا علیؓ

کی اولاد میں سے صرف سیدنا حسین کے فضائل میں ہی داستانیں تیار کی گئیں اور کسی حد تک سیدنا حسن کی شان میں مگر سیدنا علیؑ کی باقی اولاد کا نام بھی ان کی کتابوں میں نہیں ملتا تھا۔

اس دور میں ہی آنحضرتؐ کی باقی صاحبزادیوں کے متعلق ان لوگوں نے اس حد تک مخافتانہ پروپیگنڈہ شروع کر دیا تھا کہ سیدنا علیؑ (زین العابدین) بن سیدنا حسینؑ بھی ان کے پروپیگنڈہ سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔ روایت ہے کہ عروہ بن مسعود نبویؓ میں درس حدیث دیا کرتے تھے۔ اس میں سیدہ زینبؓ صلوٰۃ اللہ علیہا بنت جبریل علیہ السلام کے متعلق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی آپؐ درس میں بیان فرمایا کرتے تھے: "ہی افضل بناتی یعنی زینبؓ میری بیٹی نہایت فضیلتوں والی ہے۔" آگے عروہ کی زبان سے سینے سے نکلنے والے علی بن الحسین بن علیؑ فاطمہؓ بنی عبدالمطلب فقال ما حدیث بلغنی عنک الاکث تحدیثہ تفقص فیہ حق فاطمہؓ فقال عروہ اما بعد قلک لا احد منہ جہ الخ پس یہ خبر جب علیؑ (زین العابدین) کو پہنچی تو وہ گھوڑے پر سوار ہو کر تلوار لے کر مسجد نبویؓ میں عروہ پر حملہ آور ہوئے تو عروہ نے کہا میں ابیندہ اس حدیث کا درس نہ دوں گا (مشکل الاثار جلد ۲ صفحہ ۴۵ بحوالہ آل رقیۃ الزہراء صفحہ ۴۰)۔

جہاں قرن اول میں ہی صرف اقتدار فاطمہؓ کے لئے ایک حدیث گم کی جا رہی ہے۔ اور خاص مسجد نبویؓ میں حضور صادق و مصدقؑ کی دوسری صاحبزادیوں کی تعریف کرنے والے پر حملہ کیا جاتا ہے تو دوسرے مقامات کا خود اندازہ کر لیجئے یعنی سیدنا علیؑ، سیدہ فاطمہؓ اور ان کی اولاد کی شان میں لوگوں سے جبراً فضائل بیان کر رہے جاتے ہیں اور آنحضرتؐ کی دوسری اولاد کے فضائل بیان کرنے والوں پر حملے کئے جاتے ہیں۔

اور آج کے وہ نیم گلاب جنہیں اپنی معروف معنوں میں علیت کا بڑا زعم ہے

محراب منبر سے گلے چھاپا کر سیاست سے بھی گمراہ گئے ہاتھ مارتے نظر آتے ہیں۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ یہ لوگ کس قدر ڈھٹائی سے اپنے خطبات میں حضرات حسینؑ کو گلے چھاپا کر سیدنا اللہ ابھل الجنتہ کے خطابات سے نوازتے ہیں۔ انہیں اس قدر بھی معلوم نہیں کہ حجت میں پیغمبر بھی ہوں گے اور سابقون الاولین بھی عروہ بن مسعود بھی ہوں گے اور اصحاب بدر اور اصحاب خندق بھی اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نبی علیہ السلام اور آپؐ کی ازواج مطہرات بھی۔ مگر ان سب کی سرداری کا متمتع یہ محفل کے پیدل خرد و دانش سے بے گانے دوزخ العین کے سردار بایزید ہوں۔۔۔ ہے ہیں۔

ۛ بریں عقل و دانش بایزید گریست

حضرات نبین کے فضائل میں وضعی روایات کی کثرت کی وجہ

ایرانی اور رومی علاقوں کی فتح کے دوران غلام مدینہ میں پہنچے شروع ہوئے سیدنا فاروق اعظمؓ ہرگز مدینہ اہلی میں غلاموں کا قیام پسند نہ کرتے تھے۔ مگر فتوحات کی کثرت کاموں کی زیادتی اور بے بنیاد مسخرخیوں نے انہیں اس کام کی طرف توجہ کا موقع نہ دیا۔ کہ انہیں کہاں اور کیسے مدینہ سے نکالا جائے۔ ان کی تعداد بڑھتی رہی صحابہ کرامؓ میں سے صرف سیدنا علیؑ کا ہی متعلق قیام مدینہ میں تھا۔ ایسے فاروق اعظمؓ نے ان غلاموں کے مکمل انتظام آپؐ کے حوالے کر دیا۔ نتیجہ غلام لوگ سیدنا علیؑ کے حسن اخلاق سے ان کے گرویدہ ہوتے چلے گئے۔ انہی میں سے ایک نے فاروق اعظمؓ کو شہید کر دیا۔ ان میں سے جنہوں نے اسلام قبول کیا وہ سیدنا علیؑ کے ہمراہ اور شہداء بن گئے۔ اور انہی میں سے ایک نے سیدنا علیؑ اور ان کی اولاد کے ان غلاموں کی نظروں میں کوئی شخصیت قابل تعریف نہ رہی اور سیدنا فاطمہؓ کی اولاد ہونے کے ناطہ سے سیدنا علیؑ کی باقی اولاد کے مقابلہ میں حضرت حسینؑ دینی اور سیاسی طور پر قدر آور ہوتے چلے گئے۔

جناحہ مودعات کبیر کے الفاظ ہیں:-

وضعت الی افضل فی فضاائل علی و اهل البیت نحو ثلاث

صاۃ الف حدیث (صفحہ ۱۰۶)

یعنی روانعت نے حضرت عائشہ اور اہل بیت کے فضائل سے متعلق تین لاکھ کے لگ بھگ روایتیں بتائیں۔

موضعات کی بنیاد عائشہ کی گئی اور اس کے مقابلہ میں حضرت معاویہؓ، حضرت عمرو بن العاصؓ اور دیگر بزرگ امیہ خصوصاً امیر ینبؤہ اور حضرت ولیدؓ اور حضرت مروان بن حکم کی بڑی اعلیٰ حلیفہ منصور اور سفاح کی تعریف کی روایات بھی چھوٹی اور وضعی ہیں۔ (موضوعات کبیر صفحہ ۱۰۶) اور نوبت بایں جا رسید کہ آج بزم خورشید بڑے بڑے قدر اور قسم کے شیخ الحدیث امام مدینۃ العلم و علی بابہا اور المنظر الی وجہ علی عبادۃ اور سید الشیاب اهل الجنة کی قسم کی وضعی روایات کو اپنے خطبات و مواعظ میں بڑے دھڑکے سے بیان کرتے ہوئے ذرہ بھر جیسا نثر محسوس نہیں کرتے۔

کیا حضرت نبیؐ صحابی تھے؟

آج ہر مسلمان اندھا دھند اس بات کی رٹ لگائے جا رہا ہے کہ حضرت نبیؐ صحابی تھے۔ یہاں عوام کا ذکر نہیں۔ اس غلط ادعا کی غلطی کا ترکیب طبقہ علماء کا ذکر وہ ہے جو بزم خورشید معروف معنوں میں عالم ہوئے کا مدعی ہے اور اس کا تمام علمی حرد و ارجح چند عربی کی کتب کے ترجمہ تک محدود ہے تحقیق سے اسے کوئی عرض نہیں اس کی اہم توجہ ہے کہ تقلیدی ذہن نے (تقلید فقہ حنفی کی ہویا تجاری و مسلم کی) اس کی سوچنے سمجھنے کی صلاحیتیں مفقود کر رکھی ہیں۔ چونکہ اس مقام پر سیدنا حسنؑ کی میرت تقلید کرنے سے پہلے اس قسم کے امور کی وضاحت نہایت ضروری ہے اس لئے ارباب علم و خرد کے سامنے ان حقائق کا پیش کرنا نہایت ضروری

ہے محققین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ صحابہؓ کے لئے کم از کم سن شعور و تیز لازمی ہے اسی لئے مولف طبقات یعنی ابن سعد نے ان تمام افراد کو تابعین میں شمار کیا ہے جن کی عمر نبیؐ علیہ السلام کی وفات کے وقت نو دس سال کی تھیں۔

- ۱۔ حضرت عبد اللہ بن عمرؓ کی عمر پانچ سال تھی طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۷
- ۲۔ عبد الرحمن بن زیدؓ کی عمر اس وقت چھ سال تھی طبقات جلد ۵ صفحہ ۷۱
- ۳۔ سعید بن ابی العاصؓ نو سال کے تھے (طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۷)
- ۴۔ عبد الرحمن بن الحارثؓ دس سال کے تھے طبقات جلد ۵ صفحہ ۲۲
- ۵۔ مؤدب بن خرمہؓ کی عمر نبیؐ علیہ السلام کی وفات کے وقت چھ اور آٹھ سال کے درمیان تھی (حاشیہ جلد ۱۸ صفحہ ۲۱۸)

اس قسم کے مسیدیں شواہد پیش کیے جاسکتے ہیں کہ جن اصحاب کی عمر نبیؐ علیہ السلام کی وفات کے وقت ۹-۱۰ سال تک تھیں ان سب کو تابعین میں شمار کیا گیا ہے۔ ابن حجر کہتے ہیں کہ واطائی جماعت ان میں سرائی... کیوں تابعی اور ایک جماعت نے صحابہؓ کو اس درجہ عام اور وسیع کر دیا ہے کہ وہ کہتی ہے کہ جس نے بھی رسول اللہؐ کو دیکھا وہ صحابی ہوا تو یہ عموم و اطلاق دراصل محمول ہوگا اس بات پر کہ وہ دیکھنے والا سن تیز کو پہنچ چکا ہو۔ اس وجہ سے کہ اگر وہ سن تیز کو ہی پہنچا ہو تو روایت کی نسبت اس کی طرف درست نہ ہوگی بلکہ

لہ اگر ابن حجر کا یہ کلیہ درست تسلیم کیا گیا ہے تو پھر اس وضعی روایت پر یقین خدہ کھینچا جانی اور ذہنی ورزئوں کی کیا صورت تھی جو حدیث قرطاس کے نام سے مندرج ہے حالانکہ اگر ذرا بھی تعمق و نظر سے کام لیا جاتا تو صحت نظر آتا کہ حدیث قرطاس وغیرہ کی داستان سراسر وضعی ہے تصور کرواگے بڑھاپے اور دیکھنے کے نبیؐ علیہ السلام کی وفات کے وقت صحابہؓ کرامؓ کے دلی جذبات کیا ہوں گے محرم لوگ حجرہ کے اندر موجود ہوں گے سب یکٹڑوں جاس نثار پر وادہ وار مسجد نبویؐ اور باہر گریلوں میں گوشش برآواز ہوں گے۔ ایسے وقت میں نبیؐ علیہ السلام کا خدقہم دوات طلب فرماتے ہیں۔

ہاں یہ ضرورت بلقین کی جاسکتی ہے کہ اس نے رسول اللہ کو دیکھا تھا پس اس کے لئے یہ ثابت ہے اسے صحابی کہا جائے گا۔ گویا روایت کے معاملہ میں اس کا درجہ و مقام تابعی کا ہوگا۔
 (۱) الاصابہ فی تمیز الصحابہ جلد ۵ صفحہ ۵) سعید بن جبب کہتے ہیں کہ وہ لوگ زمرہ صحابہ میں
 شمار نہیں کئے جاسکتے جنہوں نے کم از کم ایک سال یا کچھ زائد نبی علیہ السلام کی صحبت کا
 ثبوت حاصل نہ کیا ہو۔ یا آنحضرتؐ کے ساتھ ایک یا زائد غرضے نہ کئے ہوں (رفع المازع صفحہ ۲)
 یعنی بلوغ تو کجا دو چار بلکہ آٹھ دس ماہ کی صحبت و محالست بھی اصطلاحی صحابیت کے
 لئے سند نہیں۔

سیدنا انسؓ کے ذکر کے ضمن میں ابن حجر کہتے ہیں ضمن شرط الصحبة الخ
 اور جنہوں نے صحبت عرفیہ کو مشروط کیا ہے۔ انہوں نے لوگوں کو صحابیت کے دائرے
 سے خارج کر دیا ہے۔ جن کو نبی علیہ السلام کی عرت زیارت نصیب ہوئی۔ یا جو
 آنحضرتؐ کی خدمت میں حاضر ہوئے مگر جلد ہی جدا ہو گئے جیسا کہ سیدنا انسؓ
 کے بارے میں ذکر کیا گیا ہے کسی نے ان سے پوچھا کہ کیا اس وقت آپ کے
 علاوہ کوئی اور صحابی بھی زندہ موجود ہے تو انہوں نے فرمایا نہیں۔ حالانکہ اس
 وقت ایسے دیہاتی کثیر تعداد میں زندہ موجود تھے جنہوں نے نبی علیہ السلام کی زیارت
 کی تھی (رفع المازی جلد ۲ صفحہ ۲ مصری)

مگر سیدنا حسنؓ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے سورت سال
 تھے کہ انہیں نبی علیہ السلام کا جلیہ بھی یاد نہ تھا۔ سیدنا حسنؓ خود فرماتے

مگر سوائے ایک ۴۔ ۱۰ سالہ عمر بچے یعنی عبداللہ بن عباسؓ کے بغیر کوئی نہیں بتا اس روایت
 کا خالق کوئی بڑا ذہین قسم کا انسان تھا جس نے ایک ۹۔ ۱۰ سالہ بچے کی طرف ایک واقعہ
 منسوب کر کے اُمت میں وہ عجیبہ انداز میں پھیلایا۔ آج تک منور بحث ہی ہوئی ہے مگر کسی
 اللہ کے بندے کو یہ بچے کی جرأت نہیں کہ اس طفل صغیر کے علاوہ کسی اور نے بھی نبی علیہ السلام
 کے کلمات سے تھے۔

ہیں کہ میں اپنے ماموں سیدنا ہشام بن سالم سے نبی علیہ السلام کا جلیہ دریافت کیا
 میں چاہتا تھا کہ وہ اس میں وہ باتیں بیان کریں جو مجھ سے تعلق رکھتی ہیں
 طبرانی فی الکبیر الانساب والاشراف جلد ۱
 ان حفاظ و ثقات و شواہد کی روشنی میں حضرات حسینؓ کو زمرہ صحابہ میں
 صریحاً سبائیت کی ترجیح دینی ہے۔ یا اندھا دھند تقلید کی خرابی۔ ورنہ حقیقت
 کہ حضرات حسینؓ کو زمرہ تابعین میں ہی شمار کیا جاسکتا ہے۔

سیدنا حسن رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ

نام _____ حسن

کنیت _____ ابو محمد

لقب _____ یحیٰ بن النبی

سال ولادت _____ آخر ہجری یا شروع ہجری

حضرت حسینؑ کے سینہ ولادت کے متعلق آج تک تحقیقی انداز میں کچھ نہیں لکھا گیا۔ اس سلسلہ میں جو ذخیرہ ہمارے سامنے موجود ہے وہ تمام کا تمام غلط ہے جینا نجیہ تاریخ اسلام حصہ اول مولفہ شاہ معین الدین ندوی صفحہ ۹۴ میں مرقوم ہے کہ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر ۶ سال تھی۔ جب اندوہ والوں کا یہ حال ہے تو دیگران راجہ رسد چنانچہ اسی قسم کی غلطی عام رواہوں کے مطابق عزت رسولؐ کی تالیف کے وقت میں بھی اس غلط بیانی سے دامن کو نہ بچا سکا۔

چونکہ عرب میں اشخاص کے سینہ ولادت کو محفوظ رکھنے کا کوئی طریقہ نہ تھا۔ اور دنیا نے سب بائیت کو مطلوب تھا کہ حضرت حسینؑ کو زمرہ صحابہ میں شامل کیا جائے۔ اس لئے پہلے پہل کسی ایک نے سیدنا حسنؑ کا سن ولادت ۳ یا ۴ ہجری لکھ دیا۔ اور اس کے بعد آنے والوں نے بغیر کسی تحقیق کے کبھی پرکھی مارنے کو ہی وجہ فضیلت سمجھا۔

عجی زاد مرثیین کی دسیہ کاریاں ملاحظہ ہوں کہ صدیقہ کائناتؑ کی عمر ولادت حقیقی ۱۷-۱۸ سال کو گھٹا کر ۸-۹ سال بنا دیا۔ اور سیدنا حسنؑ کی عمر جو نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت ۳-۴ سال تھی ۸-۹ سال بنا دی۔ اور ہمارے بزرگم خورشین معرفت معنوں میں علماء کرام آج تک انہی کی سی لاپتے چلے آ رہے ہیں۔

لے اُم المؤمنین صدیقہ کائناتؑ کی عمر حقیقی کے وقت کسی صورت میں ۱۸-۱۹ سال سے کم نہ تھی۔ (باقی صفحہ)

حضرت حسینؑ کے سینہ ولادت کے تعیین کے لئے ہمیں سب سے پہلے سیدہ فاطمہؑ کی عمر اور تاریخ نکاح کی طرف توجہ کرنا ہوگی۔ تاکہ ان حقائق کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے۔

سیدہ فاطمہؑ کب پیدا ہوئیں اور ان کا نکاح کب ہوا

سیدہ فاطمہؑ اور سیدۃ النساء العالمینؑ صدیقہ کائناتؑ حضرت عائشہؓ کی

ایقینہ صاحبہؑ ہم اپنی تالیف صدیقہ کائناتؑ میں اس تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ سیدہ کائناتؑ کی تالیف سے پہلے ہم چند ذیلی رسائل میں بھی اس بات کا ذکر کر چکے تھے۔ اور کتاب کی تالیف کے بعد ہم نے ارادہ مسودہ ملک کی احمدی تنظیمینوں تک پہنچانے کی کوشش کی اور خود بھی جہاں تک پہنچ سکے ان مباحث اپنی محنت کے مطابق احباب کو دعوت تبادلہ خیالات دی۔ الحمد للہ کہ ایک مقام سے بھی ہماری تحقیق کے خلاف کوئی آواز سنائی نہ دی بلکہ سب نے ہماری اس تحقیق کی داد دی مگر باوجود کثرت کے ماحصلے ہومانے کے کتاب بوجہ طبع نہ ہو سکی کہ اجاگر کیا یہ آواز کافوں میں پہنچی کہ ادارہ الاعتصام لاہور نے سیدہ صدیقہؑ کی عمر کے متعلق ایک تحقیقی کتاب شائع کی ہے یہ سن کر مزاحمت ہوئی کہ تمہارا اس میں کوئی نئی بات ہوگی اور صدیقہ کائناتؑ کی تالیف میں ہم سے اگر ہم سے کوئی غلطی سرزد ہو گئی ہوگی تو اللہ تعالیٰ نے اس کی اصلاح کا سامان ہم پہنچا دیا۔ کتابچہ مذکور فراموش کیا اور کئی بار اول سے آغوش تک پڑھا معلوم ہوا کہ ہم صدیقہ کائناتؑ میں حضرت اُم المؤمنینؑ کی عمر کے متعلق کچھ لکھ چکے ہیں وہ بالکل صحیح ہے۔ کتابچہ دیکھ کر اس بات سے اطمینان ہو گیا۔ کہ مرتب اپنی افتاد طبع محدود علمیت اور تقلیدی ذہن (تقلید غلغلہ بن ائمہ الابرار کی قسم ہو یا بخاری و مسلم کی) کی وجہ سے چٹخارہ بازی میں تو تاک میں مگر حقیقی دنیا کی بجائے بھی واقف نہیں یہ کتابچہ مولوی محمد علی لاہوری مرتبی اور سید سلیمان ندوی کی خط و کتابت پر مشتمل ہے۔ اور سید صاحب کے ابتدائی تالیفی دور کے مقالات پر مشتمل ہے جب سید صاحب نبی علیہ السلام معراج روحانی کے قائل تھے اور طائفتین اُتت تلو اُحون المؤمنین میں دو سر مردہ عیالہ (باقی)

بیدار لیٹ لیٹت نبوی سے پانچ یا چھ سال پہلے ہوئی دونوں کا نکاح یعنی خجستہ میں بھی
معمولی سافق ہے اور حالات کی ستم ظریفی کہ دونوں کی عمروں کے متعلق آج تک
کسی مؤرخ، سیرت نویس، محدث یا محقق نے تحقیق سے کام نہیں لیا بیڑہ صدیقہ کا نام
کی عمر کے متعلق ہم اپنی تالیف "صدیقہ کا نام" میں تفصیلی بحث کر چکے ہیں۔ اس
مقام پر سیدہ فاطمہ کی عمر کے متعلق تحقیقی طور پر بحث کرتے ہیں۔ مگر اس سے
پہلے یہ بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ نام نہاد محبان اہل بیت کی تحقیق سے بھی تاریخین کو
روشناس کر لیا جائے۔ کوئی صاحب ہیں سیدنا حسین کا علمی اور اپنی شخصیت
کو قدر و بنا کر دکھانے کے لئے اپنے نام کے ساتھ صدر دارہ معارف اسلام لادھو
کا لاحقہ بھی چسپاں کیئے ہوئے ہیں۔ ان کی ایک تالیف کا نام ہے "اخلاق المعصومین"
اس میں حضرت سیدہ کے متعلق لکھتے ہیں کہ آپ رسول کی اکوٹی بیٹی تھیں لے

(رقیہ حاشیہ) ابن ابی اور اس کے سابقین کو سمجھتے تھے اور شعب جو بائیں کو تعجب ابی طالب سمجھ رہے
تھے۔ یہاں اس بحث کا موقع ہے نہ محل یہ چند بائیں اشارات کے طور پر زیر غور لگائی ہیں۔
الحمد للہ کہ میں "صدیقہ کا نام" کے آخر میں اسناد رک کے عنوان سے اس کتاب کے متعلق کچھ
لکھنے کا وقت مل گیا۔ درہ دارہ الاعجاز نام کی قسم کی دیا اپنی عادت کے مطابق یہ آوازیں آتی
رہتی ہیں کہ ہم نے تنقید و تعاب میں فلاں کا حلیہ بگاڑ کر دکھ دیا ہے اس بحث کو دیکھنے کے
لئے "صدیقہ کا نام" کا مطالعہ کیجئے۔

۱۔ شیعہ مذہب کی تمام اہمات اکتب میں نبی علیہ السلام کی چار بیٹیوں کا ذکر موجود ہے ملاحظہ ہو
ناسخ التواریخ فارسی جلد ۴ صفحہ ۵۱۸۔ جلد ۵ جلد ۱۲۲۔ حیات القلوب جلد ۲۔
صفحہ ۸۲۔ ۱۳۰۔ ۱۴۰۔ ۱۵۰۔ ۱۶۰۔ ۱۷۰۔ ۱۸۰۔ ۱۹۰۔ ۲۰۰۔ ۲۱۰۔ ۲۲۰۔ ۲۳۰۔ ۲۴۰۔ ۲۵۰۔ ۲۶۰۔ ۲۷۰۔ ۲۸۰۔ ۲۹۰۔ ۳۰۰۔ ۳۱۰۔ ۳۲۰۔ ۳۳۰۔ ۳۴۰۔ ۳۵۰۔ ۳۶۰۔ ۳۷۰۔ ۳۸۰۔ ۳۹۰۔ ۴۰۰۔ ۴۱۰۔ ۴۲۰۔ ۴۳۰۔ ۴۴۰۔ ۴۵۰۔ ۴۶۰۔ ۴۷۰۔ ۴۸۰۔ ۴۹۰۔ ۵۰۰۔ ۵۱۰۔ ۵۲۰۔ ۵۳۰۔ ۵۴۰۔ ۵۵۰۔ ۵۶۰۔ ۵۷۰۔ ۵۸۰۔ ۵۹۰۔ ۶۰۰۔ ۶۱۰۔ ۶۲۰۔ ۶۳۰۔ ۶۴۰۔ ۶۵۰۔ ۶۶۰۔ ۶۷۰۔ ۶۸۰۔ ۶۹۰۔ ۷۰۰۔ ۷۱۰۔ ۷۲۰۔ ۷۳۰۔ ۷۴۰۔ ۷۵۰۔ ۷۶۰۔ ۷۷۰۔ ۷۸۰۔ ۷۹۰۔ ۸۰۰۔ ۸۱۰۔ ۸۲۰۔ ۸۳۰۔ ۸۴۰۔ ۸۵۰۔ ۸۶۰۔ ۸۷۰۔ ۸۸۰۔ ۸۹۰۔ ۹۰۰۔ ۹۱۰۔ ۹۲۰۔ ۹۳۰۔ ۹۴۰۔ ۹۵۰۔ ۹۶۰۔ ۹۷۰۔ ۹۸۰۔ ۹۹۰۔ ۱۰۰۰۔ ۱۰۱۰۔ ۱۰۲۰۔ ۱۰۳۰۔ ۱۰۴۰۔ ۱۰۵۰۔ ۱۰۶۰۔ ۱۰۷۰۔ ۱۰۸۰۔ ۱۰۹۰۔ ۱۱۰۰۔ ۱۱۱۰۔ ۱۱۲۰۔ ۱۱۳۰۔ ۱۱۴۰۔ ۱۱۵۰۔ ۱۱۶۰۔ ۱۱۷۰۔ ۱۱۸۰۔ ۱۱۹۰۔ ۱۲۰۰۔ ۱۲۱۰۔ ۱۲۲۰۔ ۱۲۳۰۔ ۱۲۴۰۔ ۱۲۵۰۔ ۱۲۶۰۔ ۱۲۷۰۔ ۱۲۸۰۔ ۱۲۹۰۔ ۱۳۰۰۔ ۱۳۱۰۔ ۱۳۲۰۔ ۱۳۳۰۔ ۱۳۴۰۔ ۱۳۵۰۔ ۱۳۶۰۔ ۱۳۷۰۔ ۱۳۸۰۔ ۱۳۹۰۔ ۱۴۰۰۔ ۱۴۱۰۔ ۱۴۲۰۔ ۱۴۳۰۔ ۱۴۴۰۔ ۱۴۵۰۔ ۱۴۶۰۔ ۱۴۷۰۔ ۱۴۸۰۔ ۱۴۹۰۔ ۱۵۰۰۔ ۱۵۱۰۔ ۱۵۲۰۔ ۱۵۳۰۔ ۱۵۴۰۔ ۱۵۵۰۔ ۱۵۶۰۔ ۱۵۷۰۔ ۱۵۸۰۔ ۱۵۹۰۔ ۱۶۰۰۔ ۱۶۱۰۔ ۱۶۲۰۔ ۱۶۳۰۔ ۱۶۴۰۔ ۱۶۵۰۔ ۱۶۶۰۔ ۱۶۷۰۔ ۱۶۸۰۔ ۱۶۹۰۔ ۱۷۰۰۔ ۱۷۱۰۔ ۱۷۲۰۔ ۱۷۳۰۔ ۱۷۴۰۔ ۱۷۵۰۔ ۱۷۶۰۔ ۱۷۷۰۔ ۱۷۸۰۔ ۱۷۹۰۔ ۱۸۰۰۔ ۱۸۱۰۔ ۱۸۲۰۔ ۱۸۳۰۔ ۱۸۴۰۔ ۱۸۵۰۔ ۱۸۶۰۔ ۱۸۷۰۔ ۱۸۸۰۔ ۱۸۹۰۔ ۱۹۰۰۔ ۱۹۱۰۔ ۱۹۲۰۔ ۱۹۳۰۔ ۱۹۴۰۔ ۱۹۵۰۔ ۱۹۶۰۔ ۱۹۷۰۔ ۱۹۸۰۔ ۱۹۹۰۔ ۲۰۰۰۔ ۲۰۱۰۔ ۲۰۲۰۔ ۲۰۳۰۔ ۲۰۴۰۔ ۲۰۵۰۔ ۲۰۶۰۔ ۲۰۷۰۔ ۲۰۸۰۔ ۲۰۹۰۔ ۲۱۰۰۔ ۲۱۱۰۔ ۲۱۲۰۔ ۲۱۳۰۔ ۲۱۴۰۔ ۲۱۵۰۔ ۲۱۶۰۔ ۲۱۷۰۔ ۲۱۸۰۔ ۲۱۹۰۔ ۲۲۰۰۔ ۲۲۱۰۔ ۲۲۲۰۔ ۲۲۳۰۔ ۲۲۴۰۔ ۲۲۵۰۔ ۲۲۶۰۔ ۲۲۷۰۔ ۲۲۸۰۔ ۲۲۹۰۔ ۲۳۰۰۔ ۲۳۱۰۔ ۲۳۲۰۔ ۲۳۳۰۔ ۲۳۴۰۔ ۲۳۵۰۔ ۲۳۶۰۔ ۲۳۷۰۔ ۲۳۸۰۔ ۲۳۹۰۔ ۲۴۰۰۔ ۲۴۱۰۔ ۲۴۲۰۔ ۲۴۳۰۔ ۲۴۴۰۔ ۲۴۵۰۔ ۲۴۶۰۔ ۲۴۷۰۔ ۲۴۸۰۔ ۲۴۹۰۔ ۲۵۰۰۔ ۲۵۱۰۔ ۲۵۲۰۔ ۲۵۳۰۔ ۲۵۴۰۔ ۲۵۵۰۔ ۲۵۶۰۔ ۲۵۷۰۔ ۲۵۸۰۔ ۲۵۹۰۔ ۲۶۰۰۔ ۲۶۱۰۔ ۲۶۲۰۔ ۲۶۳۰۔ ۲۶۴۰۔ ۲۶۵۰۔ ۲۶۶۰۔ ۲۶۷۰۔ ۲۶۸۰۔ ۲۶۹۰۔ ۲۷۰۰۔ ۲۷۱۰۔ ۲۷۲۰۔ ۲۷۳۰۔ ۲۷۴۰۔ ۲۷۵۰۔ ۲۷۶۰۔ ۲۷۷۰۔ ۲۷۸۰۔ ۲۷۹۰۔ ۲۸۰۰۔ ۲۸۱۰۔ ۲۸۲۰۔ ۲۸۳۰۔ ۲۸۴۰۔ ۲۸۵۰۔ ۲۸۶۰۔ ۲۸۷۰۔ ۲۸۸۰۔ ۲۸۹۰۔ ۲۹۰۰۔ ۲۹۱۰۔ ۲۹۲۰۔ ۲۹۳۰۔ ۲۹۴۰۔ ۲۹۵۰۔ ۲۹۶۰۔ ۲۹۷۰۔ ۲۹۸۰۔ ۲۹۹۰۔ ۳۰۰۰۔ ۳۰۱۰۔ ۳۰۲۰۔ ۳۰۳۰۔ ۳۰۴۰۔ ۳۰۵۰۔ ۳۰۶۰۔ ۳۰۷۰۔ ۳۰۸۰۔ ۳۰۹۰۔ ۳۱۰۰۔ ۳۱۱۰۔ ۳۱۲۰۔ ۳۱۳۰۔ ۳۱۴۰۔ ۳۱۵۰۔ ۳۱۶۰۔ ۳۱۷۰۔ ۳۱۸۰۔ ۳۱۹۰۔ ۳۲۰۰۔ ۳۲۱۰۔ ۳۲۲۰۔ ۳۲۳۰۔ ۳۲۴۰۔ ۳۲۵۰۔ ۳۲۶۰۔ ۳۲۷۰۔ ۳۲۸۰۔ ۳۲۹۰۔ ۳۳۰۰۔ ۳۳۱۰۔ ۳۳۲۰۔ ۳۳۳۰۔ ۳۳۴۰۔ ۳۳۵۰۔ ۳۳۶۰۔ ۳۳۷۰۔ ۳۳۸۰۔ ۳۳۹۰۔ ۳۴۰۰۔ ۳۴۱۰۔ ۳۴۲۰۔ ۳۴۳۰۔ ۳۴۴۰۔ ۳۴۵۰۔ ۳۴۶۰۔ ۳۴۷۰۔ ۳۴۸۰۔ ۳۴۹۰۔ ۳۵۰۰۔ ۳۵۱۰۔ ۳۵۲۰۔ ۳۵۳۰۔ ۳۵۴۰۔ ۳۵۵۰۔ ۳۵۶۰۔ ۳۵۷۰۔ ۳۵۸۰۔ ۳۵۹۰۔ ۳۶۰۰۔ ۳۶۱۰۔ ۳۶۲۰۔ ۳۶۳۰۔ ۳۶۴۰۔ ۳۶۵۰۔ ۳۶۶۰۔ ۳۶۷۰۔ ۳۶۸۰۔ ۳۶۹۰۔ ۳۷۰۰۔ ۳۷۱۰۔ ۳۷۲۰۔ ۳۷۳۰۔ ۳۷۴۰۔ ۳۷۵۰۔ ۳۷۶۰۔ ۳۷۷۰۔ ۳۷۸۰۔ ۳۷۹۰۔ ۳۸۰۰۔ ۳۸۱۰۔ ۳۸۲۰۔ ۳۸۳۰۔ ۳۸۴۰۔ ۳۸۵۰۔ ۳۸۶۰۔ ۳۸۷۰۔ ۳۸۸۰۔ ۳۸۹۰۔ ۳۹۰۰۔ ۳۹۱۰۔ ۳۹۲۰۔ ۳۹۳۰۔ ۳۹۴۰۔ ۳۹۵۰۔ ۳۹۶۰۔ ۳۹۷۰۔ ۳۹۸۰۔ ۳۹۹۰۔ ۴۰۰۰۔ ۴۰۱۰۔ ۴۰۲۰۔ ۴۰۳۰۔ ۴۰۴۰۔ ۴۰۵۰۔ ۴۰۶۰۔ ۴۰۷۰۔ ۴۰۸۰۔ ۴۰۹۰۔ ۴۱۰۰۔ ۴۱۱۰۔ ۴۱۲۰۔ ۴۱۳۰۔ ۴۱۴۰۔ ۴۱۵۰۔ ۴۱۶۰۔ ۴۱۷۰۔ ۴۱۸۰۔ ۴۱۹۰۔ ۴۲۰۰۔ ۴۲۱۰۔ ۴۲۲۰۔ ۴۲۳۰۔ ۴۲۴۰۔ ۴۲۵۰۔ ۴۲۶۰۔ ۴۲۷۰۔ ۴۲۸۰۔ ۴۲۹۰۔ ۴۳۰۰۔ ۴۳۱۰۔ ۴۳۲۰۔ ۴۳۳۰۔ ۴۳۴۰۔ ۴۳۵۰۔ ۴۳۶۰۔ ۴۳۷۰۔ ۴۳۸۰۔ ۴۳۹۰۔ ۴۴۰۰۔ ۴۴۱۰۔ ۴۴۲۰۔ ۴۴۳۰۔ ۴۴۴۰۔ ۴۴۵۰۔ ۴۴۶۰۔ ۴۴۷۰۔ ۴۴۸۰۔ ۴۴۹۰۔ ۴۵۰۰۔ ۴۵۱۰۔ ۴۵۲۰۔ ۴۵۳۰۔ ۴۵۴۰۔ ۴۵۵۰۔ ۴۵۶۰۔ ۴۵۷۰۔ ۴۵۸۰۔ ۴۵۹۰۔ ۴۶۰۰۔ ۴۶۱۰۔ ۴۶۲۰۔ ۴۶۳۰۔ ۴۶۴۰۔ ۴۶۵۰۔ ۴۶۶۰۔ ۴۶۷۰۔ ۴۶۸۰۔ ۴۶۹۰۔ ۴۷۰۰۔ ۴۷۱۰۔ ۴۷۲۰۔ ۴۷۳۰۔ ۴۷۴۰۔ ۴۷۵۰۔ ۴۷۶۰۔ ۴۷۷۰۔ ۴۷۸۰۔ ۴۷۹۰۔ ۴۸۰۰۔ ۴۸۱۰۔ ۴۸۲۰۔ ۴۸۳۰۔ ۴۸۴۰۔ ۴۸۵۰۔ ۴۸۶۰۔ ۴۸۷۰۔ ۴۸۸۰۔ ۴۸۹۰۔ ۴۹۰۰۔ ۴۹۱۰۔ ۴۹۲۰۔ ۴۹۳۰۔ ۴۹۴۰۔ ۴۹۵۰۔ ۴۹۶۰۔ ۴۹۷۰۔ ۴۹۸۰۔ ۴۹۹۰۔ ۵۰۰۰۔ ۵۰۱۰۔ ۵۰۲۰۔ ۵۰۳۰۔ ۵۰۴۰۔ ۵۰۵۰۔ ۵۰۶۰۔ ۵۰۷۰۔ ۵۰۸۰۔ ۵۰۹۰۔ ۵۱۰۰۔ ۵۱۱۰۔ ۵۱۲۰۔ ۵۱۳۰۔ ۵۱۴۰۔ ۵۱۵۰۔ ۵۱۶۰۔ ۵۱۷۰۔ ۵۱۸۰۔ ۵۱۹۰۔ ۵۲۰۰۔ ۵۲۱۰۔ ۵۲۲۰۔ ۵۲۳۰۔ ۵۲۴۰۔ ۵۲۵۰۔ ۵۲۶۰۔ ۵۲۷۰۔ ۵۲۸۰۔ ۵۲۹۰۔ ۵۳۰۰۔ ۵۳۱۰۔ ۵۳۲۰۔ ۵۳۳۰۔ ۵۳۴۰۔ ۵۳۵۰۔ ۵۳۶۰۔ ۵۳۷۰۔ ۵۳۸۰۔ ۵۳۹۰۔ ۵۴۰۰۔ ۵۴۱۰۔ ۵۴۲۰۔ ۵۴۳۰۔ ۵۴۴۰۔ ۵۴۵۰۔ ۵۴۶۰۔ ۵۴۷۰۔ ۵۴۸۰۔ ۵۴۹۰۔ ۵۵۰۰۔ ۵۵۱۰۔ ۵۵۲۰۔ ۵۵۳۰۔ ۵۵۴۰۔ ۵۵۵۰۔ ۵۵۶۰۔ ۵۵۷۰۔ ۵۵۸۰۔ ۵۵۹۰۔ ۵۶۰۰۔ ۵۶۱۰۔ ۵۶۲۰۔ ۵۶۳۰۔ ۵۶۴۰۔ ۵۶۵۰۔ ۵۶۶۰۔ ۵۶۷۰۔ ۵۶۸۰۔ ۵۶۹۰۔ ۵۷۰۰۔ ۵۷۱۰۔ ۵۷۲۰۔ ۵۷۳۰۔ ۵۷۴۰۔ ۵۷۵۰۔ ۵۷۶۰۔ ۵۷۷۰۔ ۵۷۸۰۔ ۵۷۹۰۔ ۵۸۰۰۔ ۵۸۱۰۔ ۵۸۲۰۔ ۵۸۳۰۔ ۵۸۴۰۔ ۵۸۵۰۔ ۵۸۶۰۔ ۵۸۷۰۔ ۵۸۸۰۔ ۵۸۹۰۔ ۵۹۰۰۔ ۵۹۱۰۔ ۵۹۲۰۔ ۵۹۳۰۔ ۵۹۴۰۔ ۵۹۵۰۔ ۵۹۶۰۔ ۵۹۷۰۔ ۵۹۸۰۔ ۵۹۹۰۔ ۶۰۰۰۔ ۶۰۱۰۔ ۶۰۲۰۔ ۶۰۳۰۔ ۶۰۴۰۔ ۶۰۵۰۔ ۶۰۶۰۔ ۶۰۷۰۔ ۶۰۸۰۔ ۶۰۹۰۔ ۶۱۰۰۔ ۶۱۱۰۔ ۶۱۲۰۔ ۶۱۳۰۔ ۶۱۴۰۔ ۶۱۵۰۔ ۶۱۶۰۔ ۶۱۷۰۔ ۶۱۸۰۔ ۶۱۹۰۔ ۶۲۰۰۔ ۶۲۱۰۔ ۶۲۲۰۔ ۶۲۳۰۔ ۶۲۴۰۔ ۶۲۵۰۔ ۶۲۶۰۔ ۶۲۷۰۔ ۶۲۸۰۔ ۶۲۹۰۔ ۶۳۰۰۔ ۶۳۱۰۔ ۶۳۲۰۔ ۶۳۳۰۔ ۶۳۴۰۔ ۶۳۵۰۔ ۶۳۶۰۔ ۶۳۷۰۔ ۶۳۸۰۔ ۶۳۹۰۔ ۶۴۰۰۔ ۶۴۱۰۔ ۶۴۲۰۔ ۶۴۳۰۔ ۶۴۴۰۔ ۶۴۵۰۔ ۶۴۶۰۔ ۶۴۷۰۔ ۶۴۸۰۔ ۶۴۹۰۔ ۶۵۰۰۔ ۶۵۱۰۔ ۶۵۲۰۔ ۶۵۳۰۔ ۶۵۴۰۔ ۶۵۵۰۔ ۶۵۶۰۔ ۶۵۷۰۔ ۶۵۸۰۔ ۶۵۹۰۔ ۶۶۰۰۔ ۶۶۱۰۔ ۶۶۲۰۔ ۶۶۳۰۔ ۶۶۴۰۔ ۶۶۵۰۔ ۶۶۶۰۔ ۶۶۷۰۔ ۶۶۸۰۔ ۶۶۹۰۔ ۶۷۰۰۔ ۶۷۱۰۔ ۶۷۲۰۔ ۶۷۳۰۔ ۶۷۴۰۔ ۶۷۵۰۔ ۶۷۶۰۔ ۶۷۷۰۔ ۶۷۸۰۔ ۶۷۹۰۔ ۶۸۰۰۔ ۶۸۱۰۔ ۶۸۲۰۔ ۶۸۳۰۔ ۶۸۴۰۔ ۶۸۵۰۔ ۶۸۶۰۔ ۶۸۷۰۔ ۶۸۸۰۔ ۶۸۹۰۔ ۶۹۰۰۔ ۶۹۱۰۔ ۶۹۲۰۔ ۶۹۳۰۔ ۶۹۴۰۔ ۶۹۵۰۔ ۶۹۶۰۔ ۶۹۷۰۔ ۶۹۸۰۔ ۶۹۹۰۔ ۷۰۰۰۔ ۷۰۱۰۔ ۷۰۲۰۔ ۷۰۳۰۔ ۷۰۴۰۔ ۷۰۵۰۔ ۷۰۶۰۔ ۷۰۷۰۔ ۷۰۸۰۔ ۷۰۹۰۔ ۷۱۰۰۔ ۷۱۱۰۔ ۷۱۲۰۔ ۷۱۳۰۔ ۷۱۴۰۔ ۷۱۵۰۔ ۷۱۶۰۔ ۷۱۷۰۔ ۷۱۸۰۔ ۷۱۹۰۔ ۷۲۰۰۔ ۷۲۱۰۔ ۷۲۲۰۔ ۷۲۳۰۔ ۷۲۴۰۔ ۷۲۵۰۔ ۷۲۶۰۔ ۷۲۷۰۔ ۷۲۸۰۔ ۷۲۹۰۔ ۷۳۰۰۔ ۷۳۱۰۔ ۷۳۲۰۔ ۷۳۳۰۔ ۷۳۴۰۔ ۷۳۵۰۔ ۷۳۶۰۔ ۷۳۷۰۔ ۷۳۸۰۔ ۷۳۹۰۔ ۷۴۰۰۔ ۷۴۱۰۔ ۷۴۲۰۔ ۷۴۳۰۔ ۷۴۴۰۔ ۷۴۵۰۔ ۷۴۶۰۔ ۷۴۷۰۔ ۷۴۸۰۔ ۷۴۹۰۔ ۷۵۰۰۔ ۷۵۱۰۔ ۷۵۲۰۔ ۷۵۳۰۔ ۷۵۴۰۔ ۷۵۵۰۔ ۷۵۶۰۔ ۷۵۷۰۔ ۷۵۸۰۔ ۷۵۹۰۔ ۷۶۰۰۔ ۷۶۱۰۔ ۷۶۲۰۔ ۷۶۳۰۔ ۷۶۴۰۔ ۷۶۵۰۔ ۷۶۶۰۔ ۷۶۷۰۔ ۷۶۸۰۔ ۷۶۹۰۔ ۷۷۰۰۔ ۷۷۱۰۔ ۷۷۲۰۔ ۷۷۳۰۔ ۷۷۴۰۔ ۷۷۵۰۔ ۷۷۶۰۔ ۷۷۷۰۔ ۷۷۸۰۔ ۷۷۹۰۔ ۷۸۰۰۔ ۷۸۱۰۔ ۷۸۲۰۔ ۷۸۳۰۔ ۷۸۴۰۔ ۷۸۵۰۔ ۷۸۶۰۔ ۷۸۷۰۔ ۷۸۸۰۔ ۷۸۹۰۔ ۷۹۰۰۔ ۷۹۱۰۔ ۷۹۲۰۔ ۷۹۳۰۔ ۷۹۴۰۔ ۷۹۵۰۔ ۷۹۶۰۔ ۷۹۷۰۔ ۷۹۸۰۔ ۷۹۹۰۔ ۸۰۰۰۔ ۸۰۱۰۔ ۸۰۲۰۔ ۸۰۳۰۔ ۸۰۴۰۔ ۸۰۵۰۔ ۸۰۶۰۔ ۸۰۷۰۔ ۸۰۸۰۔ ۸۰۹۰۔ ۸۱۰۰۔ ۸۱۱۰۔ ۸۱۲۰۔ ۸۱۳۰۔ ۸۱۴۰۔ ۸۱۵۰۔ ۸۱۶۰۔ ۸۱۷۰۔ ۸۱۸۰۔ ۸۱۹۰۔ ۸۲۰۰۔ ۸۲۱۰۔ ۸۲۲۰۔ ۸۲۳۰۔ ۸۲۴۰۔ ۸۲۵۰۔ ۸۲۶۰۔ ۸۲۷۰۔ ۸۲۸۰۔ ۸۲۹۰۔ ۸۳۰۰۔ ۸۳۱۰۔ ۸۳۲۰۔ ۸۳۳۰۔ ۸۳۴۰۔ ۸۳۵۰۔ ۸۳۶۰۔ ۸۳۷۰۔ ۸۳۸۰۔ ۸۳۹۰۔ ۸۴۰۰۔ ۸۴۱۰۔ ۸۴۲۰۔ ۸۴۳۰۔ ۸۴۴۰۔ ۸۴۵۰۔ ۸۴۶۰۔ ۸۴۷۰۔ ۸۴۸۰۔ ۸۴۹۰۔ ۸۵۰۰۔ ۸۵۱۰۔ ۸۵۲۰۔ ۸۵۳۰۔ ۸۵۴۰۔ ۸۵۵۰۔ ۸۵۶۰۔ ۸۵۷۰۔ ۸۵۸۰۔ ۸۵۹۰۔ ۸۶۰۰۔ ۸۶۱۰۔ ۸۶۲۰۔ ۸۶۳۰۔ ۸۶۴۰۔ ۸۶۵۰۔ ۸۶۶۰۔ ۸۶۷۰۔ ۸۶۸۰۔ ۸۶۹۰۔ ۸۷۰۰۔ ۸۷۱۰۔ ۸۷۲۰۔ ۸۷۳۰۔ ۸۷۴۰۔ ۸۷۵۰۔ ۸۷۶۰۔ ۸۷۷۰۔ ۸۷۸۰۔ ۸۷۹۰۔ ۸۸۰۰۔ ۸۸۱۰۔ ۸۸۲۰۔ ۸۸۳۰۔ ۸۸۴۰۔ ۸۸۵۰۔ ۸۸۶۰۔ ۸۸۷۰۔ ۸۸۸۰۔ ۸۸۹۰۔ ۸۹۰۰۔ ۸۹۱۰۔ ۸۹۲۰۔ ۸۹۳۰۔ ۸۹۴۰۔ ۸۹۵۰۔ ۸۹۶۰۔ ۸۹۷۰۔ ۸۹۸۰۔ ۸۹۹۰۔ ۹۰۰۰۔ ۹۰۱۰۔ ۹۰۲۰۔ ۹۰۳۰۔ ۹۰۴۰۔ ۹۰۵۰۔ ۹۰۶۰۔ ۹۰۷۰۔ ۹۰۸۰۔ ۹۰۹۰۔ ۹۱۰۰۔ ۹۱۱۰۔ ۹۱۲۰۔ ۹۱۳۰۔ ۹۱۴۰۔ ۹۱۵۰۔ ۹۱۶۰۔ ۹۱۷۰۔ ۹۱۸۰۔ ۹۱۹۰۔ ۹۲۰۰۔ ۹۲۱۰۔ ۹۲۲۰۔ ۹۲۳۰۔ ۹۲۴۰۔ ۹۲۵۰۔ ۹۲۶۰۔ ۹۲۷۰۔ ۹۲۸۰۔ ۹۲۹۰۔ ۹۳۰۰۔ ۹۳۱۰۔ ۹۳۲۰۔ ۹۳۳۰۔ ۹۳۴۰۔ ۹۳۵۰۔ ۹۳۶۰۔ ۹۳۷۰۔ ۹۳۸۰۔ ۹۳۹۰۔ ۹۴۰۰۔ ۹۴۱۰۔ ۹۴۲۰۔ ۹۴۳۰۔ ۹۴۴۰۔ ۹۴۵۰۔ ۹۴۶۰۔ ۹۴۷۰۔ ۹۴۸۰۔ ۹۴۹۰۔ ۹۵۰۰۔ ۹۵۱۰۔ ۹۵۲۰۔ ۹۵۳۰۔ ۹۵۴۰۔ ۹۵۵۰۔ ۹۵۶۰۔ ۹۵۷۰۔ ۹۵۸۰۔ ۹۵۹۰۔ ۹۶۰۰۔ ۹۶۱۰۔ ۹۶۲۰۔ ۹۶۳۰۔ ۹۶۴۰۔ ۹۶۵۰۔ ۹۶۶۰۔ ۹۶۷۰۔ ۹۶۸۰۔ ۹۶۹۰۔ ۹۷۰۰۔ ۹۷۱۰۔ ۹۷۲۰۔ ۹۷۳۰۔ ۹۷۴۰۔ ۹۷۵۰۔ ۹۷۶۰۔ ۹۷۷۰۔ ۹۷۸۰۔ ۹۷۹۰۔ ۹۸۰۰۔ ۹۸۱۰۔ ۹۸۲۰۔ ۹۸۳۰۔ ۹۸۴۰۔ ۹۸۵۰۔ ۹۸۶۰۔ ۹۸۷۰۔ ۹۸۸۰۔ ۹۸۹۰۔ ۹۹۰۰۔ ۹۹۱۰۔ ۹۹۲۰۔ ۹۹۳۰۔ ۹۹۴۰۔ ۹۹۵۰۔ ۹۹۶۰۔ ۹۹۷۰۔ ۹۹۸۰۔ ۹۹۹۰۔ ۱۰۰۰۰۔ ۱۰۰۱۰۔ ۱۰۰۲۰۔ ۱۰۰۳۰۔ ۱۰۰۴۰۔ ۱۰۰۵۰۔ ۱۰۰۶۰۔ ۱۰۰۷۰۔ ۱۰۰۸۰۔ ۱۰۰۹۰۔ ۱۰۱۰۰۔ ۱۰۱۱۰۔ ۱۰۱۲۰۔ ۱۰۱۳۰۔ ۱۰۱۴۰۔ ۱۰۱۵۰۔ ۱۰۱۶۰۔ ۱۰۱۷۰۔ ۱۰۱۸۰۔ ۱۰۱۹۰۔ ۱۰۲۰۰۔ ۱۰۲۱۰۔ ۱۰۲۲۰۔ ۱۰۲۳۰۔ ۱۰۲۴۰۔ ۱۰۲۵۰۔ ۱۰۲۶۰۔ ۱۰۲۷۰۔ ۱۰۲۸۰۔ ۱۰۲۹۰۔ ۱۰۳۰۰۔ ۱۰۳۱۰۔ ۱۰۳۲۰۔ ۱۰۳۳۰۔ ۱۰۳۴۰۔ ۱۰۳۵۰۔ ۱۰۳۶۰۔ ۱۰۳۷۰۔ ۱۰۳۸۰۔ ۱۰۳۹۰۔ ۱۰۴۰۰۔ ۱۰۴۱۰۔ ۱۰۴۲۰۔ ۱۰۴۳۰۔ ۱۰۴۴۰۔ ۱۰۴۵۰۔ ۱۰۴۶۰۔ ۱۰۴۷۰۔ ۱۰۴۸۰۔ ۱۰۴۹۰۔ ۱۰۵۰۰۔ ۱۰۵۱۰۔ ۱۰۵۲۰۔ ۱۰۵۳۰۔ ۱۰۵۴۰۔ ۱۰۵۵۰۔ ۱۰۵۶۰۔ ۱۰۵۷۰۔ ۱۰۵۸۰۔ ۱۰۵۹۰۔ ۱۰۶۰۰۔ ۱۰۶۱۰۔ ۱۰۶۲۰۔ ۱۰۶۳۰۔ ۱۰۶۴۰۔ ۱۰۶۵۰۔ ۱۰۶۶۰۔ ۱۰۶۷۰۔ ۱۰۶۸۰۔ ۱۰۶۹۰۔ ۱۰۷۰۰۔ ۱۰۷۱۰۔ ۱۰۷۲۰۔ ۱۰۷۳۰۔ ۱۰۷۴۰۔ ۱۰۷۵۰۔ ۱۰۷۶۰۔ ۱۰۷۷۰۔ ۱۰۷۸۰۔ ۱۰۷۹۰۔ ۱۰۸۰۰۔ ۱۰۸۱۰۔ ۱۰۸۲۰۔ ۱۰۸۳۰۔ ۱۰۸۴۰۔ ۱۰۸۵۰۔ ۱۰۸۶۰۔ ۱۰۸۷۰۔ ۱۰۸۸۰۔ ۱۰۸۹۰۔ ۱۰۹۰۰۔ ۱۰۹۱۰۔ ۱۰۹۲۰۔ ۱۰۹۳۰۔ ۱۰۹۴۰۔ ۱۰۹۵۰۔ ۱۰۹۶۰۔ ۱۰۹۷۰۔ ۱۰۹۸۰۔ ۱۰۹۹۰۔ ۱۱۰۰۰۔ ۱۱۰۱۰۔ ۱۱۰۲۰۔ ۱۱۰۳۰۔ ۱۱۰۴۰۔ ۱۱۰۵۰۔ ۱۱۰۶۰۔ ۱۱۰۷۰۔ ۱۱۰۸۰۔ ۱۱۰۹۰۔ ۱۱۱۰۰۔ ۱۱۱۱۰۔ ۱۱۱۲۰۔ ۱۱۱۳۰۔ ۱۱۱۴۰۔ ۱۱۱۵۰۔ ۱۱۱۶۰۔ ۱۱۱۷۰۔ ۱۱۱۸۰۔ ۱۱۱۹۰۔ ۱۱۲۰۰۔ ۱۱۲۱۰۔ ۱۱۲۲۰۔ ۱۱۲۳۰۔ ۱۱۲۴۰۔ ۱۱۲۵۰۔ ۱۱۲۶۰۔ ۱۱۲۷۰۔ ۱۱۲۸۰۔ ۱۱۲۹۰۔ ۱۱۳۰۰۔ ۱۱۳۱۰۔ ۱۱۳۲۰۔ ۱۱۳۳۰۔ ۱۱۳۴۰۔ ۱۱۳۵۰۔ ۱۱۳۶۰۔ ۱۱۳۷۰۔ ۱۱۳۸۰۔ ۱۱۳۹۰۔ ۱۱۴۰۰۔ ۱۱۴۱۰۔ ۱۱۴۲۰۔ ۱۱۴۳۰۔ ۱۱۴۴۰۔ ۱۱۴۵۰۔ ۱۱۴۶۰۔ ۱۱۴۷۰۔ ۱۱۴۸۰۔ ۱۱۴۹۰۔ ۱۱۵۰۰۔ ۱۱۵۱۰۔ ۱۱۵۲۰۔ ۱۱۵۳۰۔ ۱۱۵۴۰۔ ۱۱۵۵۰۔ ۱۱۵۶۰۔ ۱۱۵۷۰۔ ۱۱۵۸۰۔ ۱۱۵۹۰۔ ۱۱۶۰۰۔ ۱۱

مصل جائے اور حساب کی ٹوسے بھی یہ قول خلاف ہے۔ ولادت سیدہ زینب علیہا السلام میں ہوئی۔ ہجرت کے وقت عمر سال تھی اور کھراج کے وقت دس سال ولادت امام حسن علیہ السلام کے وقت جو سب پیری میں ہوئی۔ حضرت سیدہ کی عمر گیارہ برس کی تھی (قرآن المجید صفحہ ۲۰) مجھے اس مقام پر یہ ٹھانی اور حسنین و یحییٰ کی اس لئے دہان پڑا کہ سیدہ کا شہادت تک کی عمر کو سنت حسنی ۹ سال قرار دینے والے سیدہ فاطمہ علیہا السلام کی حجازی سے باز رہ سکے۔ چنانچہ وفات عائشہ رضی اللہ عنہا کا مولد لکھتا ہے کہ نامعلوم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا خلاف معمول ۹ سال کی عمر میں کیسے بالغ ہو گئیں۔

حقیقت یہ ہے کہ نکاح کے وقت نہ تو سیدہ صدیقہ کائنات کی عمر چھ سال تھی اور نہ ہی سیدہ فاطمہؑ کی عمر دس سال تھی اور نہ ہی وہ ام ایما تھیں۔ یہ سب خرافات مجوس و یہود کی نیا کر دہ سازشوں سے دینی مراٹے کا ایک حصہ بن کر مکے سامنے آیا ہے۔

سیدہ فاطمہؓ، سیدہ زینبؓ اور سیدہ زینبہؓ الزہراءؓ سے چھوٹی تھیں اور سیدہ ام کلثومؓ سے بڑی تھیں۔ سیدہ زینبہؓ الزہراءؓ غزوہ بدر کے موقع پر فوت ہوئیں۔ اور اس کے بعد جب سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا عثمانؓ سے ہوا تقریباً انہی ایام میں سیدہ فاطمہؓ کا نکاح سیدنا علیؓ سے ہوا۔

ملا باقر مجلسی کہتے ہیں۔ سیدہ فاطمہؑ کی شادی غزوہ احد کے بعد ہوئی۔ غزوہ احد ہجرت کے تیسرے سال شوال میں ہوا۔ اور حضرت سیدہؑ کا نکاح پختہ شبہ اکیسویں ماہ محرم کو ہوا۔ (رجلاء البیہود اردو جلد ۱ ص ۱۶۷) افسوس کہ حضرت سیدہؑ کا نکاح تو محرم میں ہوا اور یہاں سے ہاں محرم میں قائم ہوں مولف)

۲۔ اکتھہا رسول اللہ علیہا بعد وقعة احد رکھائی تجوالہ
حاشیہ بخاری جلد ۱ صفحہ ۳۲۵) یعنی نبی علیہ السلام نے سیدہ
فاطمہ کا سینا نبی سے غزوہ احد کے بعد نکاح کیا۔

۳۔ ابن قتیبہ دینوری سیدہ ام کلثوم بنت سیدنا علیؑ جو سیدنا فاروقؓ کا عظیم
کے نکاح میں آئیں کے متعلق لکھتے ہیں : واما ام کلثوم الکبریٰ
وہی بنت فاطمة فكانت عند عمر بن الخطاب فولدت له ولداً
قد ذكرنا ههنا (المعارف صفحہ ۹۲) یعنی ام کلثوم کبریٰ جو سیدنا علیؑ کی
بیٹی اور سیدہ فاطمہؓ کے بطن سے تھیں۔ حضرت عمرؓ کے نکاح میں تھیں۔
اور ان کے بطن سے اولاد بھی ہوئی۔ جن کا ہم ذکر کر چکے ہیں۔

و تَرْوِجُ ام کلثوم بنت علی المرتضیٰ بنت بنت رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم عمر بن الخطاب فرات لہ زید
لہ یعقوب در قیام (مجموع الانساب العرب صفحہ ۳۷-۳۸)
نبی علیہ السلام کی بیٹی فاطمہ کی بیٹی ام کلثوم دختر سیدنا علی سے حضرت عمر
کا نکاح ہوا جس سے زید اور رقیہ پیدا ہوئے۔
یہ عبارت طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۸۲، طبری اردو جلد ۲ صفحہ ۸۵
اور صفحہ ۲۲۸ پر مرقوم ہے۔

۵۔ مشہور شیعہ مجتہد محمد بن حسن طوسی لکھتا ہے۔ عن جعفر عن ابیہ قال ماتت ام کلثوم بنت علی وابنها زید بن عمر بن الخطاب فی ساعة واحد (تذیب الاحکام آخری جلد ۳۲۰)

حضرت بعقر (صادق) اپنے باپ محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ سیدنا علیؑ کی دختر سیدہ ام کلثومؑ امدان کے لڑکے زید بن عمر بن الخطابؓ کا انتقال ایک ہی وقت میں ہوا۔

نصر سحابت غبر سوم آورده سے معلوم ہوا کہ سیدہ خاتون کی پہلی اولاد
سیدہ ام کلثوم تھی۔ اور اگر شادی سے نواہ بعد سیدہ ام کلثوم کی ولادت
تسلیم کی جائے تو اس صورت میں سیدہ ام کلثوم کی تاریخ ولادت آخر رمضان

یا شروع شوال ۴ھ تسلیم کرنا پڑے گی۔ اور اگر سیدنا حسنؑ کی ولادت اس سے ایک سال بعد بھی ہوئی جی جائے تو وہ ہجری شوال سے بعد ہی کہی جاسکتی ہے۔ مگر شوال ۵ھ ہجری ابو جعفرؑ کی نظر ہی نہیں بلکہ رجب و شریعت کی موجودگی میں غلط ہے۔ ہاں اس بات کا تعین ضرور ہو گیا کہ حضرت سیدہ کا نکاح محرم ۴ھ میں ہوا۔ اور آپ کی پہلی اولاد سیدہ ام کلثومؑ تھی۔

سیدنا حسنؑ کی ولادت

عرب میں سینہ پیدائش کو محفوظ رکھنے کا کوئی علاج نہ تھا۔ سیدنا حسنؑ کی تاریخ پیدائش بھی ہمیں سیدہ کا ثبات کی تاریخ پیدائش کی طرح خارجی شواہد سے متعین کرنا ہوگی۔

۶۔ مشہور شیعہ محقق ملا باقر مجلسی کہتے ہیں کہ حضرت حسنؑ سات دن کے ہوئے تو نبی اکرمؐ نے حقیقہ میں دو ماہن کو مفتد ذبح کئے اور سیدہ امما بنت عیسیٰ دایہ کو ایک ماہ اور ایک اشتر بنی عشا کی اور امام حسنؑ کے سر کے بال کٹوا کر برابر چاندی کے تھکنے کو دیئے۔ (جلال العیون ج ۱ صفحہ ۳۰۷)۔

اب ہمیں اس مقام پر یہ دیکھنا ہے کہ سیدہ امما بنت عیسیٰ کون تھیں؟ یہ صحابیہ سیدنا جعفر طیارؑ بن ابی طالب کی زوجہ تھیں یعنی سیدنا علیؑ کی بیوی جنانہ تھیں جو اپنے باپ القدر خداوند کے عواہ حبشہ کو ہجرت کر گئی تھیں۔ سیدنا جعفرؑ نے بی شہادہ حبش کے دربار میں قریشیوں کی شکایت پر اسلامی تعلیمات پیش کی تھیں۔ سیدنا جعفرؑ کئی سال حبشہ میں رہ کر فتح خیبر کے موقع پر واپس تشریف لائے تھے اور آپ کے واپس تشریف لانے پر نبی علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ان دونوں نعمتوں میں سے کس پر زیادہ خوش ہوؤں خیبر کی فتح پر یا جعفرؑ کی واپسی پر۔ سیدنا جعفرؑ وہ جلیل القدر صحابی ہیں جنہوں نے سب سے پہلے حجاز مقدس سے باہر ایک غیر ملک میں نبیؐ اسلام کے کاروائے نمایاں سر انجام دیئے۔ اسی لئے نبی علیہ السلام نے آپ

کی واپسی کو خیبر کی فتح کے ہم پلہ قرار دیا۔

غزوہ خیبر ہجری کے آخری مہینوں میں ہوا۔ اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کی ولادت ۵ھ ہجری کے آخر یا ۶ھ ہجری کے شروع میں ہوئی۔

۷۔ یہی باقر مجلسی روایت ابن شہر آشوب کہتے ہیں کہ جب ابو سفیان مدینہ آیا کہ حضرت رسول خداؐ سے امن طلب کرے تو جناب امیر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور کہا آپ شفاعت کیجئے مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ حضرت ابو سفیانؑ کا سیدنا علیؑ کو اپنی شفاعت کے لئے کہنا محل نظر ہے۔ جبکہ سیدنا علیؑ کی نسبت مدینہ میں ایسے صحابی کافی تعداد میں موجود تھے جن کا مقام سیدنا علیؑ سے کہیں اہم تھا اور ان کے ساتھ حضرت ابو سفیانؑ کے حلیفی تعلقات بھی تھے۔ (ملفوظ) جناب سیدہ پردہ میں تھیں اور امام حسنؑ ایک ماہ کے تھے اور گھٹنوں کے بل چلتے تھے (جلال العیون جلد ۴ صفحہ ۳۰۷) یا رہے کہ حضرت ابو سفیانؑ بھی غزوہ خیبر کے بعد ہی مدینہ تشریف لائے تھے۔ اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کا سن ولادت آخر ۵ھ یا شروع ۶ھ ہے۔

۸۔ اب بخاری کی ایک روایت بھی سن لیجئے۔ سیدنا ابو موسیٰؑ اشعری کہتے ہیں کہ جب ہمارا قافلہ حبشہ پہنچا تو وہاں ہمیں جعفر بن ابی طالبؑ کے ہم ان کے پاس رہے پھر ہم سب اکٹھے روانہ ہوئے اور نبی اکرمؐ کے حضور میں فتح خیبر کے وقت پہنچے امما بنت عیسیٰ جو جہاں ساقتا کی تھیں ام المومنین سیدہ حفصہؑ کے یہاں مہمان ہوئیں (بخاری جلد ۴ صفحہ ۶۰۷)۔

۹۔ سیدنا جعفرؑ کی واپسی کی خوشی میں نبی علیہ السلام کے متعلق مشہور حدیث یہ عجتاً مجلسی کہتے ہیں کہ مرد فرخ خیبر جعفرؑ کی حبشہ سے واپسی کے موقع پر آنحضرتؐ نے فرمایا۔ میں نہیں جانتا کہ میں جعفرؑ کی حبشہ سے واپسی پر زیادہ خوش و مسرور ہوں یا فتح خیبر پر (حیات القادری ج ۲)۔

یہ عجیب حسن اتفاق ہے کہ سیدنا جعفرؑ کی واپسی کی روایات اور سیدنا حسنؑ

کی ولادت سے متعلق روایات پر شبہ نہ ہو دو نول متفق ہیں۔

۱۰۔ اب جہم مشکوٰۃ اور طبقات ابن سعد کی روایات کی طرف ترجیح کرتے ہیں۔

حضرت ام الفضلؓ نبی علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا ایک خواب عرض کرتے ہوئے کہتی ہیں کہ رات کو آپ کے جسم کا ایک ٹکڑا کاٹ کر میری گود میں ڈالا گیا۔ یہ سن کر نبی علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہارا یہ خواب بہت اچھا ہے اس کی تعبیر یہ ہے کہ فاطمہؓ کے یہاں لڑکا ہوگا۔ اللہ نے چاند تیری گود میں رہے گا۔

چنانچہ جب اسیدنا حسینؑ پیدا ہوئے تو آنحضرتؐ کی فرمائی ہوئی تعبیر کے مطابق وہ میری گود میں رہے۔ (مشکوٰۃ جلد ۲ صفحہ ۵۷۲)۔

(طبقات ابن سعد جلد ۲ صفحہ ۳۵۶)

سیدہ ام الفضل، سیدنا عباسؓ کی زوجہ تھیں یعنی آنحضرتؐ کی سچی بیوی آپ اپنے شوہر سیدنا عباسؓ کے ساتھ ۸ فوج مکہ کے موقع پر مدینہ لائی تھیں اور اس کے بعد مدینہ منورہ تشریف لائیں۔ جہاں آپ نے یہ خواب دیکھا۔ اس سے ثابت ہوا کہ سیدنا حسینؑ کی ولادت ۹ ہجری یا اس سے بعد ہوئی۔ چونکہ سیدنا حسنؑ اور سیدنا حسینؑ کی عمول میں کم دینش سال بھر کا وقفہ بیان کیا جاتا ہے۔ اس لحاظ سے بھی سیدنا حسنؑ کی ولادت غزوہ خیبر کے بعد ہی تسلیم کرنا پڑے گی۔

۱۱۔ کتاب المعارف ابن قتیبہ کے صفحہ ۲۹ پر یہ روایت درج ہے کہ حسنؑ کی ولادت ۶ ہجری غزوہ خیبر کے بعد ہوئی۔ ابن قتیبہ نے غزوہ خیبر کے بعد سیدنا حسنؑ کی ولادت کے متعلق صحیح لکھا۔ مگر آپ کو اس بارہ میں ذہول ہوا ہے کہ غزوہ خیبر ۶ ہجری میں ہوا تھا۔ غزوہ خیبر ۷ ہجری میں نہیں۔ بلکہ ۸ ہجری میں ہوا تھا۔

اب ان ندوی محققین کے تحقیق کے متعلق کیا کہا جاسکتا ہے جو نبی علیہ السلام

کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر سال بیان کرتے ہیں۔ اور آپ کی ولادت ۲ ہجری بیان کرتے ہیں۔ طبرانی اور انساب کی ان روایات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا حسنؑ نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت اتنے کم سن تھے کہ ان کو نبی علیہ السلام کا علیہ مبارک بھی یاد نہ تھا۔

چونکہ نبی علیہ السلام کی تاریخ وفات ۱۱ ربیع الاول ۱۱ ہجری ہے اس لئے تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس وقت مندرجہ صدر نصر حیات کے مطابق سیدنا حسنؑ کی عمر تین چار سال کے درمیان تھی۔

عہد طفولیت

انسان کے ذہن سے بچپن کے واقعات کا اثر موت تک زائل نہیں ہوتا اور انسان طبعاً آپ کی نسبت اس کے معاملہ میں زیادہ حساس ہوتا ہے سیدہ فاطمہؓ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر کم و بیش چار سال تھی۔ سیدنا علیؑ کے تعلقات سیدہ فاطمہؓ سے چندال خوشگوار نہ تھے۔ والدین کے ایسے ناخوشگوار تعلقات کا اثر ساری عمر آپ پر رہا۔ یہی وجہ تھی کہ ذہنی طور پر آپ تمام زندگی سیدنا علیؑ کے ہمنام نہ ہو سکے۔

سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؓ کے تعلقات

مشہور شیعہ مولف جنہیں خاتم المحدثین کہا جاتا ہے یعنی ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں :

۱۔ سیدنا خیر حضرت امام محمد باقرؑ سے روایت ہے کہ جناب رسول خداؐ نے یہ انتظام کیا (یعنی رسول خداؐ اور سیدنا علیؑ کے درمیان وعدہ ہوا) کہ خدمت باہر کی مشاکوٹ اور پانی لانے کی جناب امیر کریں اور خدمت گھر کے اندر کی مثل چکی پیسنے، کھانا پکانے، چھارو دینے کی جناب فاطمہ کریں۔

(جلد ۱ صفحہ ۱۲۳/۱۲۴)

گھر نکاح کے بعد جو کچھ ہوا اس کے اٹک ہوا۔ چنانچہ یہی مجلسی صاحب لکھتے ہیں :

۲۔ بلند معتبر جناب امیر سے روایت ہے کہ جناب فاطمہ حضرت رسول خدا کی محبوب ترین مردم تھیں (محبوب کیوں نہ ہونیں جبکہ آنحضرت کی تمام اولاد میں نے اس وقت صرف یہی زندہ تھیں۔ مولف) اور اس قدر مشکیزے پانی کے اٹھائے کہ سینہ مبارک سے انرا بذا کا ظاہر ہوا۔ اور اس قدر چکی پیسی کہ ہاتھ مروج ہو گئے۔ اور اس قدر گھر میں بھاڑ وری کہ کپڑے گرد آلود ہو گئے۔ اور اس قدر کھانے پکائے اور آگ سلگائی کہ کپڑے سیاہ ہو گئے۔ لہذا کثرت کا روبرو سے جناب سیدہ کو تکلیف ہوئی۔ (جلد ۱ العیون جلد ۱ صفحہ ۱۶۳)

یہاں یہ کہنے بغیر آگے نہیں بڑھا دیا کہ ملا صاحب جو خاتم المحدثین ہیں۔ سیدنا علیؑ کی زبان سے ہی اپنے گھر کا کس قدر ناقابل بیان نقشہ پیش کر رہے ہیں۔ اسے جو بیع کہا جائے یا ع

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

کہہ کر نظر انداز کر دیا جائے۔ سوچے کی بات صرف اس قدر ہے کہ سیدنا علیؑ کے افراد خانہ کی تعداد ہی کیا تھی کہ سیدہ فاطمہ سارا دن چکی پیستی آگ جلاتی پانی ڈھوتی اور کھانا پکاتی رہتی تھیں۔ کیا سیدنا علیؑ اپنی زوجہ محترمہ کے لئے محلہ بھر کا غلہ و مصالحہ پیسے کے لئے گھر لایا کرتے تھے۔ کیا آپ کا مکان اتنا وسیع و عریض تھا کہ جناب سیدہ سارا سارا دن جھاڑو دیتی رہتی تھیں اور گھر میں کوئی حمام تھا کہ آپ پانی ڈھو ڈھو کر بیکان ہوئی جاتی تھیں۔ یا الہی یہ ماجرا کیا ہے ؟

اور کیا ملا صاحب سے کوئی شریف آدمی یہ پوچھ کر میں بنا سکتا ہے کہ جناب آپ کے شہید خدایہ سالہ تاشہ بٹھ کر دیکھتے رہتے تھے اور نبیؐ کی پیاری بیٹی اپنی زوجہ محترمہ کا ہاتھ بٹاتے ہوئے شرم و عار محسوس کرتے تھے۔

حقیقت یہ ہے کہ اس قسم کی تمام خرافات ان ہی عناصر کے تخلیقی تخیل کا ثمر ہیں جنہوں نے حب علیؑ کی آڑ میں عوام کو جھٹلایا۔ حسینؑ کو نہ کوئی صحابی ان کے لشکر پیچھے و نقیبی سے بچ سکا اور نہ صادق و صدوقؑ کی ذات اقدس۔ کبریت کلمتہ تخرج من افواهہم ان یقولون الا کذباً

گو عقل سلیم اس قسم کی خرافات کو قبول نہیں کر سکتی۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدہ فاطمہؑ کی زندگی نہایت ناخوشگوار تھی۔

اس مقام پر حقیقت و احترام اور نگاہ تقدس کے ساتھ ساتھ حقیقت حال کو پیش نظر رکھا جائے تو صاف نظر آئے گا کہ ایسے ماحول میں عہد طفولیت گزارنے والا بچہ جو ان ہو کر اپنے باپ کے متعلق اپنے گوشہ قلب میں کس قسم کے جذبات رکھتا ہوگا۔ مگر ملا غریب اس میدان میں منفرد نہیں۔ بخاری شریف میں بھی یہ سب کچھ موجود ہے۔ چنانچہ باب ما ذکر من وضع النبیؐ الخ میں علیؑ (جنہیں آگے چیل کر یاران طریقت نے زین العابدین بنا دیا) بن حسینؑ سے ایک طویل حدیث مروی ہے جس کا آخری حصہ یوں ہے :

حضرت مسور بن محرزہ کہتے ہیں کہ علیؑ نے فاطمہؑ پر سو کن لانے کے لئے ابو جہل کی بیٹی کو نکاح کا پیغام دیا۔ پھر میں نے نبی علیہ السلام سے سنا آپ منبر پر خطبہ دے رہے تھے اور میں ان دنوں بالغ تھا آپ نے فرمایا۔ فاطمہؑ مجھ میں سے ہے۔ اور میں ڈرتا ہوں کہ وہ اپنے دین کے معاملے میں کسی فتنہ میں نہ پڑ جائے پھر آپ نے اپنے داماد (ابو العاصؑ) کا ذکر کیا جو بنی عبد شمس میں سے تھے جن کا نام لیسا بھی ان سطحی قسم کے مولویوں کے لئے بارگراں ہے مولف) نبی علیہ السلام نے ابو العاصؑ کی تعریف کی اور فرمایا انہوں نے جو بات مجھ سے کی تو سچی کی اور مجھ سے وعدہ کیا تو پورا کیا اور ریا رکھو) میں کسی حرام چیز کو حلال نہیں کر رہا لیکن تم ماحل اللہ کا ترجمہ اور تفسیر کرنے والے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر غور کریں کہ ترجمہ و تفسیر اپنی معروف کلیت کے زعم میں کس قدر غلط یا تئیں کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ ہم نے

اپنی تالیف صدیقہ کا ثبات میں اس پر سب سے اہم بحث کی ہے مولف، لیکن بات یہ ہے اللہ کی قسم اللہ کے رسول کی بیٹی اور اللہ کے دشمن کی بیٹی ایک نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں۔ اس سے اگلے باب میں سیدہ فاطمہؓ کی مشقتوں سے لبریز زندگی کے متعلق خود علیؓ سے روایت ہے جس کی تائید سنن ابی داؤد کی اس روایت سے ہوتی ہے جس میں علیؓ فرماتے ہیں کہ فاطمہؓ بنی علیؓ لام کے گھروالوں میں رہے زیادہ عجز و تعصب سے وہ میرے نکاح میں تھیں مگر میں نہیں کران کے ہاتھوں میں نشان پڑ گئے پانی کی مشکیں بھی بکھر کر سینے پر نشان پڑ گیا تھا۔ گھر کی بھاری دوسے سے کرکٹے غبار آلود ہو گئے تھے چو لھا جھونک جھونک کرکٹے سیاہ ہو گئے تھے میں نے ان کو کہا کہ اپنے اناجان کے پاس جاؤ اور ان سے خادمہ مانگ کر لالہ لالی آؤ۔ اگر سیدہ فاطمہؓ اتنی مشقت اٹھاتی تھیں تو سیدہ علیؓ خود کیا کرتے تھے اور پھر اتنی خدمت گزار ہوئی کی موجودگی میں دشمن اسلام کی بیٹی سے نکاح کا ارادہ کیا اولاد پر اثر انداز نہ ہوا ہو گا۔

۳۔ یہی بات قرعہ جیسی آگے چل کر لکھتے ہیں :

سیدہ حضرت زہراؓ ابیت ہے کہ ایک روز حضرت رسول خدا حضرت فاطمہؓ کے گھر تشریف لائے۔ اور فاطمہؓ اونٹ کی کھال کا جامہ پہنے اپنے ہاتھ سے چپکی پیس رہی تھیں۔ اور ساتھ ہی فرزند کو دودھ پلا رہی تھیں جب رسول خداؐ نے فاطمہؓ کو اس حال میں دیکھا آنسو چشم ہائے رواں سے جاری ہوئے۔ اور فرمایا اسے دختر گرامی یعنی ما کے دنیا کی حلاوت چکھو (جلال العیون جلد ۱ ص ۱۶۲) یعنی علیؓ جو کچھ دکھائے ہے ہیں انہیں برداشت کرو۔ کتنا درد انگیز منظر ہے کہ حضرت سیدہ کے لئے سیدنا علیؓ کوئی معمولی سا کپڑا بھی ہم نہیں پہنچا سکتے۔ اور توبہ صورت ہے کہ دختر رسولؐ اونٹ کے چمڑے کا جامہ دے کر فرمائے ہوئے ہیں۔ اور اوپر یہ عورت ہے جو مجلسی صاحب آگے چل کر بیان فرماتے ہیں

۴۔ کتاب علی الشرائع و البشارت المصطفیٰ و الخوارزمی میں سیدہ ہائے معتبرہ ابوراء و ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ جب جعفر طیار مدینہ آئے ربارہ ہے کہ

جعفر طیار غزوہ خیبر کے موقع پر حبشہ سے واپس آئے تھے اور انہیں آیا میں سیدنا حسن کی ولادت ہوئی تھی جیسا کہ گذشتہ صفحات میں بیان کیا جا چکا ہے (ایک کثیر بطور تفسیر اپنے بھائی علیؓ کے پاس بھیجی۔ وہ کثیر جناب امیر کی خدمت کرتی تھی۔ ایک دن جناب فاطمہؓ گھر میں آئیں اور دیکھا کہ سر جناب امیر اس کثیر کے دامن پر ہے۔ جب یہ حالت دیکھی تو متغیر ہو گئیں اور پوچھا کہ اس کثیر کے ساتھ کیا تم نے کوئی تعلق کیا ہے۔ جناب امیر نے فرمایا خدا اس کو ملے دختر محمدؐ میں نے اس کے ساتھ کوئی تعلق قائم نہیں کیا۔ اب جو کچھ تم کو منظور ہے بیان کرو۔ میں بجا لاؤں۔ جناب سیدہ نے کہا۔ مجھے میرے پدر بزرگار کے گھر جانے کی اجازت دو جناب امیر نے فرمایا میں نے اجازت دی پس جناب فاطمہؓ نے چادر سر پر اڑھی اور اپنے باپ کی خدمت میں پہنچیں۔ (جلال العیون اردو جلد ۱ صفحہ ۱۸۸)

یہاں اس بات سے بھی بحث نہیں کہ سیدنا علیؓ کے یہ نام نہا شیعہ آپ کی مدح کہ رہے ہیں یا ذم اور اس بات سے بھی بحث نہیں کہ سیدنا علیؓ نے وہ لوٹدی سیدہ فاطمہؓ کو خدمت کے لئے دینے کی بجائے اپنی ذات کے لئے وقت کر لی اور اس بات سے بھی بحث نہیں کہ اس قسم کی روایات صحیح ہیں یا غلط البتہ بہ تاثر ضرور اند کیا جا سکتا ہے کہ سیدہ فاطمہؓ کی زندگی سیدنا علیؓ کے ہاں خوش گوار نہ تھی۔ اور والدین کی یا عہد شکنی کے تعلقات کا بچوں کی زندگی پر نہایت دور رس اثر پڑتا ہے۔ جناب مجلسی نے ان چند باتوں پر ہی اکتفا نہیں کی بلکہ ذرا اور آگے ہاتھ مارنے کا اقدام فرما رہے ہیں۔

۵۔ سیدنا علیؓ نے ابو جہل کی لڑکی جویریہ کو شادی کا پیغام دیا۔ تو رسول خداؐ نے جناب فاطمہؓ کو مخزون و ملول پایا۔ آپؐ نے غسل فرمایا۔ لباس بدل کر مسجد میں تشریف لائے اور غمازیں بڑھتی شروع کیں مشغول رکوع و سجود ہوئے اور بعد دو رکعت کے دعا مانگتے تھے خداوند! فاطمہؓ کے خزانہ طلال کو رائل کر کیونکہ حسن و قہر سے باہر آئے تھے تو فاطمہؓ کو دیکھ کر آئے تھے۔ کہ آپؐ کو میں بدلتی اور خضہ می سانس میں بھرتی ہیں۔ پھر گھر میں تشریف لیگئے

دیکھا کہ فاطمہؑ کو نیند نہیں آتی اور بے قرار ہے۔

فرمایا اے دخترِ گرامی اے فاطمہؑ اٹھو۔ جب جناب فاطمہؑ اٹھیں تو جناب رسول خداؐ نے حسنؑ کو اور فاطمہؑ نے حسینؑ کو اٹھایا اور ام کلثومؑ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ یہاں تک کہ قریب جناب امیرؑ کے پہنچے۔ اس وقت جناب امیرؑ آرام فرما رہے تھے۔ اس وقت جناب رسول خداؐ نے اپنا پاؤں جناب امیرؑ کے پاؤں پر رکھا۔ اور فرمایا اے ابو ترابؑ! گھر والوں کو تم نے اپنی جگہ سے جدا کیا ہے۔ جاؤ اور ابو بکرؓ اور عمرؓ اور طلحہؓ کو بلا لاؤ۔ پس جناب امیرؑ گئے اور ابو بکرؓ اور عمرؓ کو بلا لائے۔ جب قریب جناب رسول خداؐ کے حاضر ہوئے۔ حضرت رسولؐ نے فرمایا۔ اے علیؑ کیا تم نہیں جانتے کہ فاطمہؑ میری پارہ تن ہے۔ اور میں فاطمہؑ سے ہوں جس نے اُسے آزار دیا۔ جس نے اُسے میری وفات کے بعد آزار دیا۔ گویا ایسا ہے کہ اس نے میری حیات میں آزار دیا۔ جناب امیرؑ نے کہا۔ ہاں یا رسول اللہؐ اسی طرح ہے۔ اس وقت جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ تم کو کیا باعث ہوا جو تم نے ایسا کام کیا۔ جناب امیرؑ نے فرمایا۔ بحق اس خدا کے جس نے آپؐ کو برکستہ بھیجا۔ قسم کھاتا ہوں جو کچھ فاطمہؑ سے کسی نے کہا وہ فی الواقع صحیح نہیں اور میرے دل میں وہ امور نہیں گزرے۔ جناب رسول خداؐ نے فرمایا۔ تم بھی سچ کہتے ہو۔ اور وہ بھی سچ کہتی ہے۔ (جلد العیون جلد ۱ صفحہ ۲۱۷ تا ۲۱۹)

اس واقعہ سے امور ذیل مستنبط ہوتے ہیں۔

- ۱۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ فاطمہؑ کی تکلیف دیکھ کر بے چین ہو گئے۔ اور نماز پڑھ کر مشغول رکوع سجود ہوئے۔
- ۲۔ حضرت سیدہؑ پر اس واقعہ کو باقی واقعات کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے۔ تو از حد نگار اثر معلوم ہوتا ہے۔
- ۳۔ نبی علیہ السلام نے سیدنا حسنؑ کو اٹھایا اور جناب سیدہؑ نے سیدنا حسینؑ

کو اٹھایا اور سیدہ ام کلثومؑ کا ہاتھ پکڑ کر مسجد میں تشریف لائے۔ اس کا واضح تر مطلب یہ ہے کہ سیدہ ام کلثومؑ جناب حسینؑ سے عمر میں بڑی تھیں۔ گویا آپؐ غزوہ خیبر سے پہلے یعنی ۵ یا ۶ ہجری میں پیدا ہوئی تھیں۔ اور نبی علیہ السلام کی وفات کے وقت آپؐ کی عمر کسی طرح چھ سال سات سے کم نہ تھی متین اکبرؑ کی وفات کے وقت آپؐ کی عمر ۹ سال بنتی ہے۔ اور جس وقت سیدنا فاطمہؑ عظمیٰؑ سے آپؐ کا نکاح ہوا اس وقت آپؐ کی عمر کسی صورت میں سیدہ سولہ سال سے کم تھی۔

- ۴۔ ملا صاحب کا یہ تکلف ہے کہ نبی علیہ السلام نے سیدنا علیؑ کے پاؤں پر پاؤں رکھا۔ ورنہ واقعہ کے سیاق و سباق سے یہ نتیجہ اخذ کیا جاسکتا ہے کہ کہ نبی علیہ السلام اپنی بیٹی کی تکلیف کی وجہ سے خزون و الم سے اس قدر متاثر تھے کہ آنحضرتؐ نے پاؤں کی ٹھوک سے سیدنا علیؑ کو سیدار فرمایا اور پھر ابو ترابؑ کہہ کر مخاطب فرمایا یعنی مٹی میں لوٹ لوٹ ہونے والا اس سے اگلا فقرہ کہ تم نے گھر والوں کو اپنی جگہ سے جدا کیا ہے "ابو ترابؑ کی وضاحت کے لئے کافی ہے۔
- ۵۔ سیدنا ابو بکرؓ، سیدنا عمرؓ اور سیدنا طلحہؓ کو بلانے کا مقصد یہ

تھوڑا میاں بوی اور خسرو و داماد کا — مگر بلایا جاتا ہے مومن کو — اس کا مقصد یہ تھا کہ ان ہی تین اصحاب کی سفارش پر نبی علیہ السلام نے حضرت سیدہؑ کا نکاح سیدنا علیؑ سے فرمایا تھا اور وہی معہ عثمانؓ ضامن تھے اور انہوں نے ہی نکاح کے اخراجات بھی برداشت کئے تھے۔ اس قسم کے نظام و شواہد کا احاطہ اس مقام پر موصوع سے باہر ہے۔ ورنہ سیدہ فاطمہؑ کی تمام زندگی سیدنا علیؑ کے ہاں نہایت مشقت اور رنج و الم سے بھر پور زندگی تھی۔ یہاں صرف اس بات کا اظہار مقصود ہے کہ حضراتِ سینہ میں سے سیدنا حسنؑ جو عمر میں سال بھر بڑے تھے۔ ان کو اس قسم کے منظر زیادہ آئے۔ اسی لئے تمام زندگی وہ اپنے آپ کو سیدنا علیؑ کے سیاسی عزائم سے ہم آہنگ

نہ کر سکے۔ اور سیدنا حسینؑ چونکہ طفولیت اور شیرخوارگی کے درمیان زمانہ میں تھے۔ اس لئے انہوں نے اپنے بڑے بھائی حبیبناظرؑ قبول نہ کیا۔ آگے چل کر دونوں بھائیوں کی افتاد طبع میں انہی ایام کا پر تو نظر آتا ہے۔ البتہ سیدنا ام کلثومؑ ان تمام واقعات سے خوب باخبر تھیں۔

یہی وجہ تھی کہ سیدنا علیؑ جب سبائیوں کی کرم بخشوں کی وجہ سے سرکاریئے خلافت ہوئے اور انہوں نے ہر روز محوسی کے قاتل عبید اللہ بن عمر کی گرفتاری کا حکم دیا۔ تو سیدہ موصوۃؑ نے ایک طرف اپنے سوتیلے بیٹے یعنی حضرت عبید اللہؑ کو مدینہ سے فرار ہو جانے کا مشورہ دیا اور دوسری طرف اپنے باپ کو سمجھایا کہ آپ اتنے پرانے جھگڑے کو نہ چھیڑیں۔ مگر سیدنا علیؑ اپنے موقف پر ڈٹے رہے اور سیدنا عبید اللہ بن عمرؑ نے بھاگ کر جان بچائی۔

سیدنا حسنؑ کی زندگی کے مختلف ادوار

پہلا دور ولادت سے سیدہ فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی وفات تک، حضور خاتم المعصومینؑ کی وفات کے وقت سیدنا حسنؑ کی عمر جیسا کہ قبل ازیں بیان ہو چکا ہے ۳۰ سال کے درمیان تھی۔ اور حضرت سیدہؑ بھی آنحضرتؐ کی وفات کے بعد اعلیٰ علیین کو سہارا بن گئیں۔ اس دور کے متعلق متعدد روایات ہمارے سامنے ہیں کہ کبھی آپ حضور خاتم المعصومینؑ کے دوش اقدس پر سوار ہیں۔ کبھی کسی صحابی کے کندھوں پر سوار فرما رہے ہیں۔ کبھی عین خطبہ کے درمیان گرتے پڑتے مسجد نبویؐ میں پہنچ جاتے ہیں۔ اور حضور خاتم المعصومینؑ اٹھ کر اپنے پاس بٹھا لیتے ہیں۔

دوسرا دور حضرت سیدہؑ کی وفات کے بعد سیدنا علیؑ نے سیدہ امہؑ نعمت سیدنا ابوالعاصؑ سے نکاح فرمایا۔ سیدہ امہؑ، سیدہ فاطمہؑ کی سگی بھانجی تھیں۔ اور سیدنا علیؑ نے سیدہ فاطمہؑ کی وصیت کے مطابق سیدہ امہؑ سے نکاح فرمایا تھا۔ قیاساً ہی نہیں بلکہ یقیناً کہا جاسکتا ہے کہ سیدہ امہؑ نے حضرات حسنینؑ کی تربیت میں اپنی پوری صلاحیتیں صرف کر دی ہوں گی سیدہ امہؑ، سیدہ زینبؑ جیسی عظیم مال کی بیٹی تھیں جو زمانہ کے اکثر نشیب و فراز دیکھ چکی تھیں انہوں نے اپنی بیٹی کی تربیت میں کون سی کمی روا رکھی ہوگی۔ اسی عرصہ میں صدیق اکبرؑ انتقال فرما گئے اور سیدنا فاروق اعظمؑ مسند آرائے خلافت ہوئے۔ چندے بعد حضرات حسنینؑ کی بڑی بہن سیدہ ام کلثومؑ زینبؑ کا شایہ حرم خلافت بن گئیں۔ اب حضرات حسنینؑ کے لئے حرم خلافت کے دروازے کھلے تھے۔ ان تہمدی قسم کی سطور سے یہ بتانا مقصود ہے کہ حضرات حسنینؑ

کے بچپن کی نسبت یہ عہد زیادہ خوشگوار یوں کا حامل تھا۔

تفسیر اور سیدنا فاروق اعظمؓ مجوس و یہود کی ایک منظم سازش سے تنہید ہو گئے تو سیدنا ذوالنورینؓ مسلمانوں کے خلیفہ منتخب ہوئے۔

سیدنا حسنؓ اب ۱۶-۱۷ سال کے وجہ فوجوں تھے۔ سیدنا ذوالنورینؓ نے اپنی بیٹی سیدہ عائشہؓ کا نکاح آپسے کر دیا۔ اب گویا سیدنا حسنؓ کے مقام منصب میں وہ چند اضافہ ہو گیا۔ حسنؓ منشیٰ انہی عائشہؓ کے بطن سے تھے گویا سیدنا ذوالنورینؓ سیدنا حسنؓ منشیٰ کے گئے نہ تھے (الرقیۃ الزہراء)

سیدنا ذوالنورینؓ کے دور خلافت میں ہی ایران کا حکمران اسلامی فوجوں کے آگے آگے بھاگتا بھاگتا ۲۵ سال کی عمر میں ایک پن چکی والے کے ہاتھ سے قتل ہو گیا۔ ایران کے ان جہادوں کا ناموں میں سیدنا حسنؓ اکثر جہادوں میں شامل تھے۔

حسب روایات طبریؒ ابن اثیر اور قزوینیؒ البلدان اہل طبرستان نے عہد فاروقی میں صلح کر لی تھی۔ عجم کی بغاوت کے سلسلہ میں جو کہ عجمی سازش کے تحت سیدنا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوئی تھی۔ طبرستان والوں نے بھی صلح توڑ دی۔ ۳۳ ہجری میں سیدنا ذوالنورینؓ کے حکم کے مطابق سیدنا سعید بن العاصؓ نے طبرستان پر فوج کشی کی۔ اس فوج میں سیدنا حسنؓ، سیدنا عبداللہؓ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن عمرؓ وغیرہ متعدد جلیل القدر صحابہ شامل تھے۔ سعید بن العاصؓ اور سعید بن عامرؓ عبداللہ بن عامرؓ رسیح بن زیاد اور عمارؓ بن مسعود نے ایران کے تمام علاقوں بحبستان، خراسان، باحرز، جوبین، ہتق، خوات، ممفرائن، اریغان، نیشاپور، حرش، ابواز، طخارستان، طالقان، کرمان، بحبستان، کش، دوار وغیرہ کو فتح کیا۔ خلافت سے معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے دور خلافت کی ان فتوحات میں اکثر جہادوں میں سیدنا حسنؓ موجود تھے۔

مشہور شیعہ مولف نجم الحسنؒ کو اردی کی تالیف "چودہ نساء" شائع کردہ شیعہ

ایک جغینیہ انصاف دوسرا ایڈیشن جولائی ۱۹۷۷ء میں مرقوم ہے کہ عہد عثمانی میں فتح طبرستان کے موقع پر امام حسنؓ اور امام حسینؓ نے شرکت کی۔ ۳۹۳ ہجری میں اس کتاب کا قیصر ایڈیشن شائع کیا تو اس کتاب سے یہ واقعہ نکال دیا۔ سیدنا حسنؓ اور حسینؓ کی فتح طبرستان کا واقعہ تاریخ اسلام جلد سوم مولفہ الیس ڈاکٹر حسین جعفری پریپرٹ دفتر تالیف انگریزی دہلی مطبوعہ ۱۹۱۳ء مقبول پریس دہلی کے صفحہ ۱۳۳ میں بھی موجود ہے۔ یعنی حضرات حسینؓ و عثمان شہاب سے ہی خلیفہ ثالث سیدنا ذوالنورینؓ کی فوج میں شامل ہو کر جہاد شروع کر دیا تھا اور یہ سلسلہ ۴۹ ہجری میں سیدنا حسنؓ کی وفات کے بعد بھی سیدنا حسینؓ نے جاری رکھا۔ حتیٰ کہ امیر بیزنس کی سالاری میں سیدنا حسینؓ غزوہ قیصرؓ روم میں ۴۹ء میں بحیثیت ایک رضا کار سپاہی کے موجود تھے۔

ایران کی ان فتوحات سے پہلے حضرات حسینؓ عبداللہ بن مسعودؓ کی سالاری میں طرابلس شمالی افریقہ کے جہاد میں شامل رہ چکے تھے۔ یعنی جب عبداللہ بن مسعودؓ نے سکندریہ سے نکل کر درمیانی علاقوں سے ہوتے ہوئے طرابلس کی طرف پیش قدمی کی تو سیدنا ذوالنورینؓ نے مدینہ منورہ سے جو فوج مرتب کر کے بھیجی اس میں سیدنا عبداللہ بن عمرؓ، سیدنا عبداللہ بن عباسؓ، سیدنا عبداللہ بن زبیرؓ، سیدنا عمرؓ بن العاصؓ، سیدنا حسنؓ بن علیؓ اور سیدنا حسینؓ بن علیؓ شامل تھے۔ یہ فوج مصر سے ہوتی ہوئی برقہ کے مقام پر عبداللہ بن مسعودؓ کی فوج سے جا ملی۔ اور دونوں فوجوں نے مل کر طرابلس پر حملہ کیا۔ رومی بڑی جی داری سے لڑے مگر آخر شکست کھا کر بھاگ نکلے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرات حسینؓ اور حضرات عبداللہ طرابلس کی فتح کے بعد واپس مدینہ پہنچنے سے قبل بعد ایران کی طرف جانے والی فوج میں شامل ہو گئے تھے۔

چوتھا دور سیدنا حسنؓ کی زندگی کا چوتھا دور سیدنا ذوالنورینؓ کی شہادت کے بعد شروع ہوتا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس دور

میں آپ نے اپنے والد سیدنا علیؓ کا حسن قدر ساتھ دیا وہ بامرجوری تھا۔

شمس التواریخ ایک تفصیلی کتاب ہے۔ بایں ہمہ وہ لکھتا ہے کہ حضرت حسنؑ اکثر اس سلسلہ میں اپنے والد بزرگوار سے معروضات کیا کرتے تھے (صفحہ ۵) کسی دوسرے مقام پر اس قسم کے شواہد پیش کیے جا چکے ہیں کہ سیدنا حسنؑ اپنے والد بزرگوار کے موقف کے بالکل ہمتا نہ تھے۔

جنگ جمل سے پہلے آپ نے اپنے باپ کی خدمت میں عرض کیا۔

”ابا جان! میں نے آپ کو اس سفر سے پیشتر ہی منع کیا تھا مگر آپ نے میرا معروضہ نہ سنا اور آپ کی رائے پر فلاں فلاں (عبداللہ بن سبا اور مالک اشتر وغیرہ) انخاص غالب آئے۔ سیدنا علیؑ نے فرمایا بیشک میرا دے ایسا ہی ہوا۔ بہر حال سیدنا حسنؑ نے اپنے والد بزرگوار کو منع کرنے کے باوجود ان کے حکم سے سربزنی نہ کی۔ جنگ صفین میں آپ مسلح ہو کر نکلے تو سیدنا علیؑ نے انہیں دیکھا۔ یہ دور سیدنا حسنؑ کی اپنی خلافت کا دور ہے جس کے حالات پانچواں دور | کسی دوسرے مقام پر تفصیلاً بیان ہو چکے ہیں۔

یہ دور سیدنا معاویہؓ کے دور خلافت کا ہے۔ جو آپ کی چھٹا دور | وفات ۴۹ھ پر جا کر ختم ہوتا ہے۔ اس دور کا اہم ترین واقعہ قسطنطنیہ کا جہاد ہے جو ۴۹ھ میں امیر تریکی کی زیر قیادت ہوا۔ اس جہاد میں سیدنا حسینؑ کے علاوہ سیدنا ابن عمرؓ، سیدنا ابن عباسؓ، سیدنا ابن زبیرؓ اور سیدنا ابوالیوشؓ کے نام ملتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کا نام ان مجاہدین میں نہیں آتا۔ امیر تریکی کی قیادت اور سپہ سالاری میں جو یہ جہاد کیا گیا۔ اس میں بڑے بڑے جلیل القدر صحابہؓ محض اس وجہ سے شامل ہوئے کہ اس جہاد میں شامل ہونے والے حضور سارن و مسندوں کی زبان سے یہ فائدہ سن چکے تھے کہ وہ لشکر معقور ہے۔ سیدنا حسنؑ کا اس میں موجود نہ پایا جانا۔ اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ آپ ۴۶ھ میں وفات پا چکے تھے اور سیدنا حسینؑ اس سال ایک ہی دمشق گئے۔ اس وقت غزوہ قسطنطنیہ کی تیاریاں ہو رہی تھیں اور

آپ بھی امیر تریکی کی قیادت میں اس غزوہ میں شامل ہو کر ”مغفور الہم“ کے سند یافتہ گروہ کی سعادت کے حامل ہوئے۔

اب ہم ان واقعات کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے وقت سیدنا علیؑ کی مالی حالت نہایت مستقیم تھی۔ مگر تیس سال بعد جب آپ شہید ہوئے تو آپ تمام بنو ہاشم میں بہت بڑے مالدار اور جاگیردار تھے چنانچہ آپ کی جائداد میں متعدد دیہات تھے۔ جن میں سے دلال، عفاف، حسنی، ملام ابراہیم، ہسلت، صافیہ، برقیہ، بیع، وادی القرطی، بدریہ، یاربندیہ اور غفرین تیرہ دیہات کے ناموں کا متعدد کتب میں ذکر موجود ہے۔

(حق المیقین صفحہ ۱۸۵ فروع کافی جلد ۳ صفحہ ۲۷)

وفات کے وقت خادموں اور غلاموں کے علاوہ چار بیویاں ۱۹ ام و ولد جو میں لڑکے لڑکیاں موجود تھیں اور اپنے خاندان میں سب سے زیادہ دولت مند مشہور تھے (کتاب شہادت تیسرا مقدمہ صفحہ ۵)

جنگ جمل کے عین بعد جبکہ ہزاروں گھروں میں ماتم تھا آپ نے مسعود نہشتی کی دختر لیلیٰ سے نکاح فرما کر پورے بیشتر روز ایک مکان میں قیام فرمایا جو ناصر خسرو کی سیاحت کے زمانہ تک مشاہد علیؑ کے نام سے مشہور رہا۔ (سفرنامہ ناصر خسرو صفحہ ۱۴۰) اور پھر شہادت سے پہلے آپ ایک اور لڑکی خریدنے کا ارادہ فرما چکے تھے جس کے لئے رقم جمع کر لی تھی۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ اس قدر دولت کہاں سے آئی۔ اپنی نام نہاد خلافت کے زمانہ میں تو آپ ایک مربع اسج زمین فتح نہ کر سکے جہاں سے مالی غنیمت حاصل ہوتا۔ کسی دوسرے طریقے سے اس قدر مال جمع کرنے کا آپ کی ذات اقدس کے تعلق تصور کرنا بھی گناہ کبیرہ سے کم نہیں۔

خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں سیدنا حسنؑ طبرستان کی فتح اور افریقہ کی فتح میں شامل ہوئے۔ مگر سیدنا علیؑ مدینہ سے دہلے۔ لامحالہ یہی نتیجہ اخذ کرنا پڑے گا کہ

یہ سب کچھ خلفائے ثلاثہ کی کرم نشیوں، فیاضیوں اور احسانات سے حاصل ہوا تھا اور اگر سیدنا علیؑ کی ذات اقدس کے لئے خلفائے ثلاثہ کی داود و ہش کا یہ عالم تھا۔ تو حضرات حسنینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہ کے علاوہ دیگر صحابہ کرامؓ رضوان اللہ علیہم اجمعین کے جذبات خدات و عطا کا اندازہ لگانا ناممکن ہے۔

ان سطور کا آخری مفہوم و مقصد یہ ہے کہ حضرات حسنینؑ کی زندگیوں کی نسبت فاسخ الہامی اور خوشحالی کی زندگیوں تھیں۔

سیدنا حسنؑ کو سیدنا ذوالنورینؑ نے ضروریات زندگی فراوانیوں سے مالا مال کر دیا تھا۔

صدیق اکبرؑ کی خلافت کے روز اول سے لے کر سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت تک سیدنا علیؑ نے کسی جنگ میں کوئی حصہ نہ لیا۔ سیدنا فاروقؑ عظیمؓ مکرکہ قادسیہ کے موقع پر سیدنا علیؑ کی خدات سے فائدہ اٹھانا چاہتے تھے مگر آپؑ نے انکار کر دیا تھا۔ المختصر یہ کہ سیدنا علیؑ اور حضرات حسنینؑ کے لئے خلفائے ثلاثہ کا دور خلافت ہر قسم کی آسائشوں کا دور تھا۔

سیدنا علیؑ کی اس جائداد میں سیدنا حسنؑ کا وجود ایک مرکزی کردار تھا۔ سیدنا فاروقؑ عظیمؓ کی خلافت کے زمانہ میں تمام معلوم دنیا سے مال غنیمت ڈھیروں کی صورت میں مرکز خلافت کی طرف منتقل ہو رہا تھا۔ اور سیدنا حسنؑ، سیدنا فاروقؑ عظیمؓ کے نہایت محبوب تھے۔ جسے سیدنا ام کلثومؑ کے نکاح کے بعد دو آنکھ کر دیا تھا۔ اور سیدنا ذوالنورینؑ کے آپ محبوب و اماں تھے۔ آپ کو طبرستان اور افریقہ کی فتوحات سے مال غنیمت کا بھی کافی حصہ ملا ہوگا۔ آپ کو خلفائے ثلاثہ سے بے پناہ عقیدت تھی۔ یہی وجہ تھی کہ بقول مولف بجا رالانوار سیدنا حسنؑ نے سیدنا عائشہؓ بنیت سیدنا ذوالنورینؑ کے بطن سے پیدا ہونے والی اولاد کے نام ابو بکر اور عمر رکھے۔

(بحار الانوار جلد ۱ صفحہ ۱۶۴)

استدلال

ضعفی روایات کی صورت میں آج جو کچھ مروجہ تاریخوں کے صفحات میں ہمارے سامنے ہے۔ ان میں سولے اموی و ہاشمی مناقشات کے کچھ نہیں۔ حالانکہ ان تاریخی کتب میں وہ سب کچھ موجود ہے جس سے واضح طور پر یہ حقائق سامنے آتے ہیں کہ اس دور میں اموی و ہاشمی مناقشات کی قسم کی قطعاً کوئی چیز موجود نہ تھی۔ مگر بعد میں آنے والے مورخین نے تاریخ کے اس تاریک پہلو کو مہیا کر کے اپنی تمام صلاحیتیں صرف کر دیں جو کذاب راویوں کے ذریعہ وضعی روایات کی صورت میں کتب تاریخ میں لکھا گیا تھا۔ اور تاریخ کے اس روشن پہلو کو کسیر نظر انداز کر دیا۔ جو رجماء بدینہ کی تفسیر تھا اور صحیح روایات پر مشتمل تھا۔

حقیقت یہ ہے کہ سیاسی قسم کے چند معمولی اختلافات کے علاوہ لوگ ایک جسم و جان تھے۔ یہاں تک کہ ان پر خود غلط قسم کے مورخین نے سسہ کو داماد کا جان لیوا، داماد کو سسر کا دشمن، بہنوئی کو برا بھلا کرنے والا اور بھتیجی کو شرم محسوس کرنے والا بن دیا تھا۔

واقعات گزشتہ پر ایک اجمالی نظر

فلسفہ تاریخ کا تقاضا ہے کہ کسی حکمران یا کسی تاریخی شخصیت کے حالات قلبند کرنے وقت اس شخصیت کی اقتدار طبع، اس کے کردار سے مرتب ہونے والے اثرات اور اس کی شخصیت پر اثر انداز ہونے والے واقعات کا جائزہ لے کر ان واقعات کو احاطہ نظر میں لایا جاوے جو وقوع پذیر ہوئے ہیں۔

حضرات حسنینؑ کی عمروں میں بالکل معمولی یعنی سال بھر کا فرق تھا مگر ایک بھائی میں جس، بڑبڑاری، پیش پیشی، عاقبت اندیشی اور جزو رسی کے اوصاف بدرجہ

تم موجود تھے۔ مگر دوسرا بھائی کسی مقام پر بھی اپنے بڑے بھائی کی طرح مذہب و عقل کے اس مقام تک نہ پہنچ سکا۔ جس کا حامل اس کا بڑا بھائی تھا۔

یہی وجہ بات تھی کہ بڑے بھائی نے میانوں سے نکلی ہوئی ہزاروں تلواریں پھر میانوں میں کرنے کے اسباب ہم پہنچا کر ایک عالم کے لئے امن و چین کی فضا سازگار کرنے کے اسباب ہم پہنچائے۔ مگر دوسرے بھائی نے سینگڑوں بزرگوں دوستوں عزیزوں، رشتہ داروں کے سمجھانے کے باوجود وہ راستہ اختیار کیا۔ جو آگے چل کر گر بلا کے المیہ کی شکل میں آج تک پوری ملت کے لئے صرف تشنہ و افتراق کا سبب بنی نہ بنا۔ بلکہ ہزاروں سے تجاوز مخلوق کے خون بہانے کا ذریعہ بنا چلا آ رہا ہے۔

اس کی سب سے اچھڑی ہوئی سیدنا حسنؑ کا، سیدنا ذوالنورینؑ کے متعلق ہو کر اپنے گھر بلو ماحول کا ترک کر دینا تھا۔ جہاں سیدہ فاطمہؑ کے انتقال کے بعد ہر ذہن ہر خیال اور ہر طبقہ کی خواتین کا شائر سیدنا علیؑ کی نبوت بن چکی تھیں۔ اور سیدنا حسینؑ آخر تک اسی ماحول میں رہے اور اس ماحول کے اثر سے آخر تک آپ اپنا دامن چھڑانے سے یکتا سلسلہ محبت کا ہی اثر تھا کہ سیدنا حسنؑ نے سیدنا علیؑ کی خدمت میں جو مشورہ عرض کیا اس سے ہر دور کے صائب الرائے محققین اور موحین نے من حیث المجموع نہایت صائب اور بروقت قرار دیا۔

تاریخ کے لاکھوں صفحات لکھے جا چکے ہیں اور نہ معلوم قیامت تک یہ سلسلہ کہاں تک دراز ہوتا چلا جائے گا۔ مگر عجیبی اثرات کے تحت جو کچھ لکھا گیا جب تک اس کی چھان چھانک کر کے صحیح واقعات کو کھرا کر پیش نہ کیا گیا تب تشنہ و افتراق کی فضا ختم نہ ہوگی اور جب تک واقعہ کر بلا اور واقعہ حرہ جیسے خالص سیاسی معرکے ہمارے محراب و منبر سے دینی معرکے ہی بنا کر پیش کئے جاتے رہیں گے اور حمل و فحش کی دینی جنگیں سیاسی جنگیں ہی قرار دی جاتی رہیں گی اور سیدنا حسنؑ کے اس لئے مثل دراز کر جو پورے عالم اسلام کے لئے صرف اس وقت ہی باعث رحمت ثابت نہ ہوا بلکہ قیامت اس کے اثرات سے پورا عالم اسلام فیضیائے تاریک اور اس وقت تک نہایت تاریک میں یہ مقام بلکہ اس کے حقدار ہیں صرف اس وجہ سے کہ حضرت حسنؑ ہی سیاست میں غارتی و فتنائی تعلیم کا پیر تھے۔

سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت سیدنا حسنؑ

سیدنا حسنؑ عقل فرست، تدبیر، تقفہ اور عاقبت، انولیش کے اوصاف جمیلہ کے پیکر مجسم تھے۔ آپ نے سیدنا علیؑ کی خدمت میں ہر اُسے وقت میں صاحب مشورہ عرض کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ سیدنا علیؑ نے جب بھی کسی کام کے کرنے کا ارادہ کیا اس کا تائید پلو فوراً سیدنا حسنؑ کے دل میں کھلب کیا۔ اور آپ نے فوراً اپنے جلیل القدر باپ کے حضور میں اپنی ضمیر کی آواز پیش کرنے میں ذرہ بھر جھکے پاسٹ کورا نہ دی۔

سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت کے متعلق میں نے ”ملکوتہ المناجیح کے فائدہ غر فوہ پر ایک نظر“ میں چند اشارت کیے تھے۔ یہاں ذرا وضاحت سے چند حقائق و شواہد پیش کر کے نمبہ تار میں پر چھوڑا جاتا ہے:

۱۔ عن عبد اللہ بن مسعود عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم تدارس من الاسلام الخمس وثلاثین اوسنت وثلاثین اوسبیع وثلاثین فان یھلکوا فھبیل من ھلک وان یقتل ھم دینھم لقتل ھم سلبین عاماً۔ قلت امما بقی امما مضی قال امما مضی راوداؤ بحوالہ مشکوٰۃ

عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ فرمایا نبی علیہ السلام نے کہ دین اسلام کی پکی پنتیس اچھتیس یا ستیس سال تک جلتی رہے گی۔ پس اگر ہلاک ہوں پس راستہ ان کا ہے کہ ہلاک ہوئے۔ اور اگر نام ہو واسطے ان کے کاروباران کے دین کا تو ستر برس تک رہے گا۔ میں نے عرض کیا ستر برس اس وقت سے ہیں کہ باقی ہے گا اس وقت سے کہ گذر فرمایا اس وقت سے ہو گا کہ گذر۔ اس حدیث کے تین حصے ہیں۔

(صفحہ ۵۰ پر)

اور اس نایرج کی رتی گردانی کرتے وقت جب ایسے مقامات پہلے سامنے آتے ہیں تو واضح طور پر نظر آتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کا مقام سیاست مکی میں کس قدر بلند تھا۔ اور آپؑ قبل میں پیش آنے والے خطرات کو کیسی فراست و بصیرت سے بھانپ چکے کرتے تھے۔

چنانچہ :

۱- سیدنا علیؑ جب مدینہ سے عازم کوثر ہوئے تو مدینہ میں جو چند صحابہ موجود تھے۔ انہوں نے آپؑ کو اس اقدام کے روکا۔ ان روکنے والوں میں سیدنا حسنؑ پیش

(بیعتہ حاشیہ) پہلا حصہ ۳۵-۳۶ یا ۳۷ سال سے متعلق نبی علیہ السلام نے مدینہ پہنچ کر بحیثیت ایک حکمران کے عہد سے معاہدہ فرمایا۔ پہلی ہجری سے سیدنا ذوالنورینؑ کی شہادت تک پورے ۳۵ سال ہوئے۔

دوسرا حصہ فان یدھلکوا متعلق ہے جو سیدنا علیؑ کی نام نہاد خلافت سے شروع ہو کر سیدنا معاویہؓ کے استقلال سے متعلق ہے یہ مدت پانچ سال ہے۔ تیسرا حصہ وان یقعد لھم سے شروع ہو کر مشام بن عبد الملک تک پہنچتا ہے اس طرح قریش سے بارہ ائمہ بھی پورے ہو جاتے ہیں اور حدیث کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔

۲- اس حدیث کے راوی خود سیدنا علیؑ ہیں۔

قل یا رسول اللہ من قوم یعد لک الخ نبی علیہ السلام کی خدمت میں عرض کیا گیا کہ یا رسول اللہ آپ کے بعد ہم کے امیر بنائیں۔ آنحضرتؐ نے فرمایا اگر میرے بعد تم لوگوں کو میرا جگہ لے لو تم اس کو دنیا سے بے رغبت اور آخرت کی محبت کرنے والا پاؤ گے۔ اور اگر تم عمروؓ کو میرا جگہ لے لو تم اسے قومی امانت پلاؤ گے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے حکم جاری کرنے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا۔ اگر تم علیؑ کو امیر کر کے حالانکہ تحقیق میں گمان کرتا ہوں کہ تم اُسے امیر نہیں بناؤ گے والا اس قدر فاعلین تو تم اسے راہ راست نہ کھانے والا پاؤ گے۔ (مسند احمد بن حنبل ج ۱ ص ۱۸۵)

پیش تھے چنانچہ آپؑ نے ارادہ فرمایا تھا کہ میں مدینہ نہیں چھوڑوں گا۔ شاید اس طرح میرے والدؓ کے چائیں۔ مگر سیدنا علیؑ نے اپنے بیٹے کے مشورہ کو بھی ٹھکرا دیا۔ اور مدینہ سے نکل کر گئے ہوئے تو سیدنا حسنؑ رندہ کے مقام پر جا کر لے اور کہا ابا جان! آپؑ نے مدینہ کیوں چھوڑا۔ اور کیوں ہر دفعہ میری بات نہ مانی (ابن عساکر)

(حاشیہ) اس روایت نے معاملہ ہی صاف کر دیا کہ صحابہ کرام سیدنا علیؑ کو خلیفہ منتخب نہیں کیے۔

۳- یہی میں ہے کہ اختلافتہ بالمسند بنیہ والملک یا لشام یہی بجائے لشام باب ذکر ائمن وانشام خلافت مدینہ میں ہوگی اور یا دشام ہی شام میں

۴- منذر بن جندبہؓ حدیث کی تشریح کے لئے نبی علیہ السلام کے اس ارشاد پر بھی غور کیجئے۔ ان هذا الامر بد امر رحمۃ ونبوة ثم یكون رحمة وخلافة ثم ملکاً مخصوصاً (بحوالہ ابوداؤد و الترمذی ج ۸ صفحہ ۲۰)

۵- ۳۵ سال کی روایت کی روشنی میں نبی علیہ السلام کے دس سال اور سیدنا حسینؑ کے سب سے ہمارت ذوالنورین تک ۲۵ سال اور سیدنا معاویہؓ سے ہمارت تک

۵- سیدنا ابن مسعودؓ کی ۱۰ سال دلی ثابت کے تحت شہادتی اللہ لکھتے ہیں :

اس حدیث کا مفہوم خارج ہیں اس طرح ظہور ہوا کہ ۵۳ میں حضرت عثمانؓ شہید ہوئے اور جہاد کا انتظام ہو گیا۔ پھر حضرت معاویہؓ بن ابوسفیان کے زمانہ میں جہاد کا

انتظام ہوا اور پھر اسلام کی پہلی دین حق کو دنیا کے باطل دینوں پر غالب کرنے کے لئے چلتی شروع ہو گئی۔ اس نایرج سے ستر برس کے بعد نبی امیہ کی سلطنت کو زوال آنا

شروع ہوا اور آنحضرتؐ کے ستر سال کی پیشین گوئی پوری ہوئی۔ لہذا ائمہ ائمہ ائمہ

۶- امام ابن تیمیہؒ کہتے ہیں حضرت علیؑ کے زمانہ میں کفار سے کوئی جہاد نہیں ہوا بیشک نبیوں خلیفہ پر تمام امت متفق ہو گئی تھی اور اس طرح انہیں خلافت کا مقصد حاصل ہو گیا

تھا انہوں نے کفار سے جہاد کے اور ملکوں کو فتح کر کے زیرِ اقتدار لائے اور علیؑ کی خلافت میں نہ کفار سے جہاد ہوا اور نہ ہی شہر فتح ہوئے اس دور میں تمام فتنہ اہل تبلیہ میں

چلتی رہی۔ (رمہما ج ۱ ص ۱۸۵)

۲۔ طبری کہتا ہے کہ سیدنا علیؑ نے جب طلحہ و زبیر سے جنگ کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ تو سیدنا حسنؑ نے کہا۔ ابا جان آپ میری بات نہیں ملتے تو آپ بے بس بنا کر قتل کر دیئے جائیں گے۔ یہ سن کر سیدنا علیؑ نے فرمایا تو ہمیشہ لوڈیوں کی طرح فرما رہتا ہے تو نے کیا کہا تھا کہ میں نے نہیں مانا۔ حضرت حسنؑ نے کہا :

۳۔ حضرت عثمانؓ کی محصوری کے وقت میں نے کہا تھا آپ مدینہ چھوڑیں ورنہ آپ کی موجودگی میں حضرت عثمانؓ کا قتل آپ کے لئے بہتر نہیں ہوگا۔

۴۔ (حاشیہ) علامہ مزیلی جارا لکھتا ہے اپنی تالیف ارتش ید میں انت صبی بمنزلہ ہارون من موسیٰ کی تشبیہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ دراصل رسول اللہؐ نے حضرت علیؑ کو یہ فرمایا تھا کہ اگرچہ تمکی میں نیز مقام بلند ہے لیکن ہارون کی طرح تم خلافت کا بار نہیں اٹھا سکو گے کیوں کہ ہارون چالیس دن بھی بار خلافت نہ اٹھا سکے (حاشیہ المستطیع صفحہ ۱۴۵۹ دار و احیاء المستطیع)

۵۔ حیات امام مالکؒ کے مولف ابو زمرہ لکھتے ہیں کہ حضرت علیؑ امام مالکؒ کی نظر میں خلافت کیلئے دوڑنے والے تھے اور خلافت طلب کرتے تھے اور یہ بات ان کی کمی کا باعث تھی اس لئے وہ نہیں اس شخص کے مرتبہ پر نہیں رکھتے تھے جو خلافت طلب نہیں کرتا تھا۔ حضرت علیؑ اس طرح برسر اقتدار نہیں آئے تھے جس طرح دوسرے خلفاء برسر اقتدار آئے تھے۔

(حیات امام مالک صفحہ ۳۲ کتاب منزل اللہ)

۶۔ مؤردی صاحب لکھتے ہیں : تاہم عثمانؓ اربعین حضرت علیؑ کے ہاں تقرب حاصل کرتے چلے گئے جو حضرت عثمانؓ کے خلاف شور و غوغا برپا کر لے اور بالآخر انہیں شہید کرنے کے ذمہ دار بنے حتیٰ کہ انہوں (علیؑ) نے مالک بن حارث الاشجری (محبوب ابو بکرؓ کو غریبی کے عہد سے نکال دیا۔ حالانکہ قتل عثمانؓ میں ان دونوں کا جو حصہ تھا وہ سب کو معلوم ہے۔ اور خلافت و ملکیت صفحہ ۱) یہاں مؤردی صاحب نے کتنا ذہن بشیر کا نام نہیں لکھا جس نے حضرت عثمانؓ کے جسم پر تلوار کے کئی وار کئے تھے۔ اور سیدنا علیؑ نے اسے مسدود کرنے کا مشیر مقرر کیا تھا۔

۱۰۔ شاہ ولی اللہؒ کا ایک ارشاد اور سن لیجئے :
الغنا و بیعت برائے اور موجب الفقار و غیبت فی حکم اللہ نیست از ممکن نشد۔ در

(ب) دوسرا مشورہ میں نے یہ دیا تھا کہ آپ اس وقت خلافت قبول نہ کیجئے جب تک کہ تمام شہروں کے لوگ آپ کو منفقہ طور پر تسلیم نہ کر لیں مگر آپ نہ مانے۔

(ج) پھر میں نے کہا طلحہ و زبیرؓ کی مخالفت کی صورت میں آپ گوشہ نشین ہو جائیں اور لوگوں کو ان کے حال پر چھوڑ دیں مگر آپ نے میری یہ بات بھی نہ مانی۔

۳۔ علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ نے حضرت معاویہؓ سے جنگ لگائی

(حاشیہ) در خلافت و در اقطار حکم اودا نذ گشت و تمام سلیب تحت حکم اوسر فرودیا در دند۔ چہا در زبان سے یا سکلیہ قطع (ازالۃ الفتن جلد ۳۲)

۱۱۔ پھر فرماتے ہیں : در عنایت از لی مقرر بود و بیچکاہ حضرت علیؑ داوود اوتا دمان قیامت منصور نشوند۔ و بیچکاہ خلافت الشان علیؑ دجہا صورت نگیرد۔ (ایضاً جلد ۱ صفحہ ۲۸)

اور یہ تعبیر تھی کہ اولا رکھ فاعلیں تم علیؑ کو خلیفہ منتخب کرنے کے نہیں۔

۱۲۔ سب سے پہلے اشتر مجوسی نے بیعت کی تھی (الایار جلد ۱ صفحہ ۱۶۶ طبری جلد ۱۵)

○ شرح ابن ابی الحدید میں ہے کہ ایک دن سیدنا حسینؑ اپنے تایا جعفرؑ کے مقابلہ میں اپنے باپ کی بڑائی بیان کرنے لگے تو سیدنا جعفرؑ کے بیٹے عید اللہؑ نے کہا کہ میرے والد تو جنت کے باغوں میں میہ کر رہے ہیں مگر تم اسے باپ مرید الدعا فی الفتنة خانہ جنگیوں کے خون میں نہا گئے۔ مخبر صادق نے خبر دی تھی کہ شہادت عثمانؓ پر خلافت خالصہ ختم ہو جائے گی۔

○ یہی ابی الحدید کہتے ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کے سامنے ایک دفعہ سیدنا علیؑ اور اور سیدنا معاویہؓ آپس میں مجھڑے ہوئے تو سیدنا عثمانؓ نے فرمایا : واللہ لا تفصل ابلیس ولا اہل احسن من اولادک خدا کی قسم حکومت تمہیں ملے اور نہ تمہاری اولاد میں سے کسی اور کو۔ سیدنا اسامہؓ موجود تھے وہ سیدنا عثمانؓ کی اس بات پر جبران ہوئے اور سیدنا سعدؓ سے ذکر کیا انہوں نے فرمایا عثمانؓ سے سچ کہا میں نے رسول اللہؐ کو کہتے سنا کہ لا ینال احد علیؑ کی خلافت نہیں ملے گی۔ اب ان تصریحات کو دلا اس کے فاعلیں سے ملا کر پڑھیے۔

کی تیاریاں شروع کیں۔ تو حضرت حسنؑ نے عرض کیا: یا ابنتی! درجہ ہذا ذاتِ
قبیلہ سفلہ درجہ اہل المسلمین۔ و درجہ الاختلاف بینہم (البدیع جلد ۲۹)
ابا جان! اس جنگ کے ترک جانے کیونکہ یہ جنگ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ مسلمانوں
میں خون ریزی ہوگی اور آپس میں اختلاف پیدا ہوگا۔ اور آگے جیل کرنا ہے
دیکھ لیا کہ سیدنا حسنؑ کا سیاسی موقف سیدنا علیؑ کے سیاسی موقف کی نسبت کس قدر
اُزرب الی الصواب بلکہ یعنی بہتر حق تھا۔

۱۳۔ ابن خلدون کہتا ہے۔ فاما وقعہ علی الی اکابر الصحابہ لیکن حضرت علیؑ کا واقعہ
 قرعہ حضرت عثمانؓ کی شہادت کے وقت لوگ مختلف شہروں میں متفرق تھے اور بیعت کے
 وقت حاضر نہ تھے اور جو حضرات موجود تھے ان میں سے بعض نے بیعت کر لی اور بعض
 وہ ہیں جنہوں نے توقف کیا۔ تاہم کہ لوگ اجماع کریں مثلاً سعدؓ، عبیدہؓ، ابن عمرؓ،
 اسامہ بن زیدؓ، مغیرہ بن شعبہؓ، عبداللہ بن سلامؓ، قدام بن مظعونؓ، ابوسعید خدریؓ،
 کعب بن اجرہؓ، کعب بن مالکؓ، نعمان بن بشیرؓ، سنان بن ثابتؓ، مسلمہ بن مخلدؓ، قتالہؓ
 بن عبیدہؓ وغیرہم اور ان جیسے دوسرے اکابر صحابہ (مقدمہ صفحہ ۱۵۸ مصری)
 ابن خلدون کی اس سخن میانی اور دیگر فتواید کی موجودگی میں سیدنا علیؑ کے
 اس ارشاد کا تاثر بخیر میں کیا مقام رہ جائے کہ یہ لائق بیان لوگوں نے
 بیعت کی جنہوں نے حضرات ابوبکرؓ، عمرؓ اور عثمانؓ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی (فتح مبلات)
 ۱۴۔ مشہور مستشرق محقق دے خوئے لکھتا ہے :-

ALI WAS A VALIANT PERSON BUT HAD NO
GREAT TALENT AS RULER (الامير كان بطالاً ولكن ليس له

۱۵۔ ابن حزم اپنی تالیف لفظ العروس میں لکھتے ہیں کہ جن لوگوں نے مغالبہ یعنی غلبہ و تسلط سے اقتدار حاصل کیا ان میں سب اہل سیدنا علیؑ تھے (حقیقت و خلافت ملکیت صفحہ ۲۲۲)

۱۶۔ شاہ ولی اللہ لکھتے ہیں کہ مقالات سے ہر مسئلہ طلب خلافت پروردگار بحیثیت اسلام۔

۱۷۔ بخاری میں سیدنا جابر بن انورؓ سے عروہ اور ان سے مشہام روا ہیں کہ سیدنا عثمانؓ کی خلافت کے زمانہ میں لوگوں کا نام خیال نہ تھا کہ حضرت عثمانؓ سے لیدر بیخدا نہ کے عقد میں ہے۔

جناح پر آگے چل کر یہی ان کثیف گھٹنے پر جھپٹنے والی کسی کبوتر سیڑی اعلیٰ تہذیب نامحسوس کو مخاطب کر رہا یا بدایت، اہلک، مات قبل ہذا الیم، بعشرین عاماً۔ کا شکریہ ادا کرنا اب آج سے سب سے پہلے کر گیا ہو گا۔ جس کی سیدنا حسنؑ نے فرمایا کہ اب تہذیب کا کثیف انہماک عن ہذا۔ اہلجان! ابی لئے تو میں انکو اس اقدام سے روکتا رہا۔ یہ جس کی سیدنا علیؑ نے پھر فرمایا یا نبیؐ! انی لحدان لام بیلغ ہذا۔ میرے بیٹے! میں نہیں جانتا تھا کہ معاملہ بیان تک پہنچ جائے گا۔ (ایضاً جلد ۷ صفحہ ۲۴۰) ۴۔ روایات میں آتا ہے کہ حضرت علیؑ کے دور خلافت میں سیدنا حسنؑ ایک روز خطبہ بیان کرنے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس خطبہ میں انہوں نے اپنا ایک خواب بیان کیا: لوگو! میں نے کل رات ایک غیبی غریب خانہ دیکھا جس میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی عدالت لگی ہوئی ہے پروردگار کا ثبات اپنے عرش پر ٹھکانے ہی کا کرم و تشریف لاتے ہیں اور عرش کا ایک پایہ کیڑا کھڑے ہو جاتے ہیں پھر حضرت ابو بکرؓ تشریف لاتے ہیں اور حضورؐ کے شانہ مبارک پر ہاتھ رکھ کر کھڑے ہو جاتے ہیں۔

اب دیکھئے کہ سیدنا علیؑ کے سر پر خلافت کا تاج رکھنے والے ان کے متعلق کیا کہتے ہیں اور حضرت علیؑ فرماتے ہیں ان حواریوں کے متعلق کیا فرماتے ہیں :

۱۔ پہنچا علاقہ کے ایک خطبہ کے کلمات ہیں : اولیس عجائبات معاویہؓ اٹھ کیا یہ بات باعث حیرانی نہیں کہ معاویہؓ قرائت درخشا کے بغیر حیا کا دل کو حکم دے پاس اور وہ اس کی پیروی کرتے ہیں اور میں تم کو حالانکہ تم بغیر اسلام اور بغیر جرم ہو قرائت درخشا کے ساتھ درخت بنایا میں تو تم میرے پاس سے منتقل ہو چلے ہو اور میرے سامنے اختلاف کو بے ہو۔

۲۔ طبری کتاب کے بعض حصے موقع پر ان اعتراضوں کی ایک جماعت نے تائیدی کی جو جزئیات کے لحاظ سے دیکھی بھی دی کہ اگر عماری بات نہ مانی گئی تو تیسرا بھی وہی حشر کہہ سکتے تھے کہ فعلیہ یا یعنی جو عمارت کا کیا تھوڑا سا سہارا ہے بلکہ حضرت علیؑ سے متفق تھے اور کوفہ و مدینہ کے کہنے لوگ اور نہ کہ تو سب ہی لوگ ان سے متفق تھے اور جو بزرگانی ان کے مخالفت بھی انہیں کہ ساتھ تھی۔ (شرح منبع البیہ خزائن ابنی الحسین)

۴۔ سیدنا علیؑ اپنے حواریوں سے سخت نالہ تھے جینا پناہ اور الفرج اصفہانی نے بڑا سکا شیعہ تھا کہتا ہے کہ حضرت علیؑ نے اپنے دشمنوں کو کھلم کھلا کر کفر سے روک دیا اور انبیاء و الرجال الی و الخ لڑانے میں ان کی نصرت میں دل کے کھڑے نہ ہوئے۔ خلیفہ دارلار میری اور قریب کا شہر میں نہیں رہتا۔ اور یہ پناہ دار کا کشمیر میں نہیں کچھ بھیجنا ہی ہوتا۔ مجھے انتہائی خدمت اور دل میں غم سے انتہائی غمگین ہو کر ناز و ان اور میرے روبرو کرتے دیکھ کر غافلانہ حلیہ میں غمگین ہوں۔

۵۔ پہنچ الیافہ کے ایک خطبہ کے الفاظ ہیں: تم لوگوں نے مجھے اپنی رائے پر مستقیم نہیں رہنے دیا اس قدر نافرمانی کی سہ فریشتں کہنے لگے کہ ایمن الی طالب بہادر تو مجھے علم حرب نہیں سیکھا۔

پھر حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے قتل کے وقت فرمایا کہ میں نے اپنے رب کو کھڑے کر دیا ہے اور اس کے سامنے ہر کام کو رکھ دیا ہے۔ اچانک حضرت عثمانؓ اس عدالت میں آئے ہیں کہ ان کا کئی جواسرائل کے ہاتھوں میں رکھا ہوا ہے۔ اور وہ اللہ عزوجل کی بارگاہ میں فریادیں کرتے ہیں کہ اسے پروہ کار اپنے ان بندوں سے جو میرے آخری نبی محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے نام لیا ہیں اور جو خود کو مسلمان کہتے ہیں ان سے بوجہ لیا ہے کہ مجھے کس گناہ کی پاداش میں قتل کیا گیا یا جس ذنب کے لیے اس کے بعد حضرت حسنؓ میان کرتے ہیں کہ حضرت عثمانؓ کی اس فریاد پر میں نے دیکھا کہ عرش الہی ٹھرا گیا اور آسمان سے خون کے دو پر تالے جاری کئے گئے جو زمین پر خون برساتے گئے۔ حضرت حسنؓ کی اس بیان کے بعد لوگوں نے حضرت علیؓ سے جو اس خطبہ میں موجود تھے شکایت کی تو چھا۔ کہ حسنؓ کیا کہہ رہے ہیں۔ چونکہ یہ خواب حضرت عثمانؓ کی مظلومانہ شہادت پر غیر تصدیقیت کر رہا تھا۔ فاطمین عثمانؓ جو حضرت علیؓ کی لچک کے کوڑا دھرتے تھے کیسے برادرت کر سکتے تھے۔ حضرت علیؓ نے فرمایا حسنؓ وہی کچھ کہہ رہے ہیں جو انھوں نے دیکھا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ سیدنا حسنؓ شروع سے ہی اس جنگ و جدل کے غی میں نہ تھے اور خون کے ان دو پر تالوں سے مراد جمل و صفین کے معرکہ ہیں۔

(حاشیہ) ۶۔ باقر مجاہدی کہتا ہے کہ جب جناب امیر کے اصحاب نے ان کی نصرت و ہمدردی نہ کی تو آپ نے بالائے مہر ارشاد فرمایا۔ بعد اس کو گندھم منظر ہے کہ خدا مجھے تم سے اٹھائے (جلال الاعوان صفحہ ۲۳)

اب رسول یہ پیدا ہوا ہے کہ نہ ہی علیؓ سلام نے آپ کی خلافت کے لئے کچھ ارشاد فرمایا۔ نہ ہی صحابہ کرام میں سے سوائے چند ایک کے کسی نے آپ کو خلیفہ تسلیم کیا۔ اور نہ ہی آپ کو خلیفہ منتخب کرنے والوں نے آپ کا ساتھ دیا۔

ان حالات میں اگر سیدنا علیؓ نے بھی علیہ السلام کے اس ارشاد پر عمل فرماتے جو بلا یا قرعہ مجلسی نے اپنی مشہور آفاق تا لبع جلاء العیون میں بیان کیا ہے۔ یعنی سیدنا علیؓ نے شہادت کے وقت سیدنا حسنؓ کو فرمایا۔ ”میں تم کو اس طرح وصیت کرتا ہوں جس طرح مجھے رسول خدا نے وصیت کی ہے۔ اے فرزند جب میں دنیا سے مفارقت کروں اور میرے اصحاب تم سے موافق نہ رہیں۔ اس وقت غامضین رہنا اور گناہوں پر رہنا اور دنیا کو مقصود بزرگ قرار نہ دینا جو وہ لوگوں کو مقصود قرار دیتے ہیں۔ اس کا ساتھ سیدنا علیؓ خود اس بات پر عمل فرماتے تو نہ ہی جنگ جمل کا معرکہ پیش آتا۔ نہ ہی صفین میں قتل عام۔ اور نہ ہی گرد کا المیہ امت میں شنت و افتراق کا سبب بنتا۔“

واقعہ تحکیم

سیدنا علیؓ کی نام نہاد خلافت کی مدت ۵ مہینہ ۲۷ روز ہے۔ آپ کی نام نہاد خلافت کے دو دور ہوئے۔ پہلا دور ابتدائے خلافت سے عرآن تک اور دوسرا دور عرآن ۳۷ھ کے قبیلہ حکیم سے شہادت تک۔ جنگ صفین میں قتل عام نے پورے عالم اسلام کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا تھا۔ خود سیدنا علیؓ اور ان کے کپ کے وہ لوگ جن کا شہادت عثمانؓ سے کوئی تعلق نہ تھا اور جو اس وقت تک واقعات کو سمجھ ہی نہ پائے تھے کہ ہم کیا کر رہے ہیں۔ اس قتل عام سے ان کی باطنی جیسے بیدار موری خفیں کہ ہم کیا کر رہے ہیں اب یہ سوچنے پر مجبور ہو چکے تھے کہ جس قدر جلد ہم اس کے اس خانہ جنگی کا خاتمہ ہونا چاہتے۔ دوسری طرف سیدنا معاویہؓ اور ان کے کپ کے لوگ شروع سے ہی اس خانہ جنگی سے نفرت تھے اگرچہ فاطمین سیدنا ذوالنورینؓ سے قصاص کے مطالبہ کے موقع پر وہ قائم تھے مگر لڑائی میں اول سے آخر تک ان کا انداز صرف ممانعت تھا۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ اگر

سیدنا معاویہؓ کو سیدنا علیؓ سے کوئی ذاتی مخالفت

یا حصول خلافت کے لئے کوئی جھگڑا ہوئی

تو ان کے لئے بہتر میں موقع تھا۔ وہ جنگ

جمل میں سیدنا معاویہؓ کا ساتھ دیتے

جنگ جمل کے وقت سیدنا معاویہؓ کا خیال تھا کہ سیدنا ذوالنورینؓ کے خون ناحق کے قصاص کے لئے جب تمام امت کی جلیل القدریاں مطالبہ لے کر کھڑی ہوئی ہیں تو کوئی صورت نہیں کہ وہ اپنے اس مہتممی برحق مطالبہ میں کامیاب نہ ہو سکیں مگر جب واقعات نے اُسے صورت اختیار کرنے کو تھامس کے مطالبہ کی صلائے با رغشت شام کی داریوں سے گرنے لگی۔ سیدنا علیؓ کو یہ صورت حال

پسند نہ تھی۔ چنانچہ آپ اپنے مستقر خلافت کی طرف سے عازم شام ہوئے سیدنا معاویہؓ کے لئے خونِ دلا نورین کے قصاصِ مخالفیہ کے ساتھ انہیں اپنی سلامتی کی فکر بھی لاحق ہو گئی۔ اور پھر اس صورت میں کہ سیدنا علیؓ کو ان کی نام نہاد خلافت سے انہی کے منکر کردہ منافقوں نے تمام عالم اسلام کے مشورہ سے خلافت سے معزول کر دیا تھا۔

۱۔ جنگِ حنین کے بعد سیدنا علیؓ اور سیدنا معاویہؓ یکے تمام امت کے مشورے فیصلہ ہوا کہ اس جھگڑے کے تصفیہ کے لئے دو حکم تجویز کیے جائیں۔ سیدنا معاویہؓ کی طرف سے سیدنا عمر بن العاص اور سیدنا علیؓ کی طرف سے ابو موسیٰ اشعریؓ حکم مقرر ہوئے۔ ہر دو نے پورے چھ ماہ غور و خوض کے بعد اتفاقہ طور پر فیصلہ دیا کہ سیدنا علیؓ خلافت سے دستبردار ہو جائیں۔ اس موقع پر فریقین کی طرف سے چار چار سو منتخب افراد موجود تھے۔ اور لطف یہ کہ عمر بن العاص جو سیدنا علیؓ کی طرف سے حکم مقرر ہوئے تھے وہ آپ کے پیغمبرِ داماد تھے۔ دوسری بات یہ کہ معاملہ زیر بحث سیدنا علیؓ کی خلافت کا تھا کہ انہیں بحال رکھا جائے یا انہیں معزول کر کے نئے خلیفہ کا انتخاب کیا جائے۔

سیدنا معاویہؓ کی پوزیشن ایک صوبہ کے عامل کی تھی۔ ان کا عزل یا اپنے صوبہ پر عامل رہنا خلیفہ وقت کے اختیار میں تھا۔ نہ کہ حکم کے اختیار میں۔ اور پھر ہمیں کسی تاریخ میں سے اس قسم کا ایک ہلکا سا اشارہ بھی نہیں ملتا۔ کہ آپ مدعی خلافت تھے۔ سیدنا علیؓ سے آپ کا اختلاف صرف اس بات پر تھا کہ تاہلین عثمانؓ سے قصاص لیا جائے۔ صدیقہ کا ساتھ کے بعد سیدنا عثمانؓ کے ولی الدم آپ ہی تھے۔ سیدنا علیؓ کو صدیقین نے الہی کے بعد خود معلوم ہو گیا تھا۔ خدا لا یملاک ابداً کہ وہ بھی حکمران نہیں ہو سکتے۔ بلکہ آپ نے سیدنا عثمانؓ کا خلافت کے متعلق واضح طور پر فرمایا تھا کہ معاویہؓ کی امارت سے کوئی امت نہ کرنا۔ قسم بخدا اگر تم نے انہیں بھی گمراہ کیا تو دیکھنا کہ کندھوں سے مرجعل کی طرح کھٹ کھٹ کر گر سکیں گے۔

(ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۲۸۳)

سیدنا حسنؓ کی خلافت

سیدنا علیؓ شہادت کے وقت سیاسی زبان میں ایک معزول خلیفہ تھے۔ اس صورت میں سیدنا حسنؓ کی شہنشاہی خلافت کو بھی ایک قسم کا عبوری دور ہی کہا جائے گا۔ اول تو سیدنا علیؓ اس بات کے مجاز ہی نہ تھے کہ معزول ہونے کے بعد کسی کو اپنا جانشین مقرر فرما سکیں اور پھر اس قسم کے شواہد بھی تشنہ معنی ہیں جن میں اس قسم کے خیالات کا اظہار کیا گیا ہے کہ سیدنا علیؓ نے آخری وقت سیدنا حسنؓ کی خلافت کے لئے وصیت فرمائی تھی۔

چنانچہ مشہور شہید محقق ملا باقر مجلسی لکھتے ہیں کہ جب اکیسویں ماہ مبارک رمضان کی ہوئی حضرت علیؓ نے اپنے فرزندوں اور اہل بیت کو جمع کر کے فرمایا۔ خدا میری جانب سے تم پر خلیفہ ہے۔ وہی خلیفہ ہے اور وہ تیک کہیں ہے۔

(اجلار العبدین جلد اول صفحہ ۲۸۵ سطر ۲)

چونکہ سیدنا علیؓ کی شہادت کے بعد نصرتِ عالم اسلام ایک خلا کا ٹکڑا ہو گیا تھا۔ اور موقع پر اس مرتبہ و مقام کا کوئی دوسرا شخص بھی موجود نہ تھا اس لئے سیدنا حسنؓ زمام کار اپنے ہاتھ میں لینے پر مجبور ہو گئے۔ اور اس نام نہاد خلافت کا بوجھ اٹھانے کی ایک اور وجہ بھی تھی۔

ایک طرف آپ کے سمع مبارک تک اپنے متعلق یہ بات پہنچ چکی تھی کہ میرا یہ بیٹا مسلمانوں کے دو عظیم گروہوں میں صلح کا سبب بنے گا۔ اور دوسری آپ تک نبی علیہ السلام کے اس ارشاد کی آواز بھی پہنچ چکی تھی کہ لا ینذہب الایام والدیالی حتی یملاک معاویہ۔ یعنی ایک نہ ایک وقت ایسا آئے گا کہ معاویہؓ بادشاہ بن جائیں گے پھر آپ کے مرنے اپنے گرامی قدر والد کی اس وصیت کے الفاظ بھی تھے کہ بیٹا! تم معاویہؓ کی حکومت سے نفرت نہ کرنا۔

کیا سیدنا حسن بھی نامہا خلیفہ تھے؟

یہ وہ عنوان ہے جس کی طرف آج تک کسی مورخ نے توجہ نہ دی بلکہ اس عنوان کو ہر مورخ سرسری طور پر نظر انداز کرتے ہوئے آپ کی خلافت کو بھی ایک قسم کا عبوری درجہ دیتے ہوئے گزر گیا۔ مگر ایک لحاظ سے آپ کو مسلم خلیفہ کہنا بھی بے جا نہیں۔

۱۔ چونکہ آپ کی خلافت کے خلاف تمام عالم اسلام میں کسی ایک مقام سے بھی کوئی آواز نہ اٹھائی گئی۔ حالانکہ حضرت علیؓ کو زمام خلافت سنبھالتے ہی اس قسم کی آوازیں ہر چار اطراف سے سننا پڑی تھیں کہ یہ خلافت قتالین سیدنا ذوالنورینؓ کی جھقہ بندی سے معرض وجود میں آئی ہے۔

۲۔ آپ نے حصول خلافت کے لئے خود کوئی کوشش نہ کی بلکہ موجود افراد نے جن میں صحابہ کرامؓ بھی موجود تھے۔ خلیفہ منتخب کیا۔

سیدنا حسنؓ، سیدنا معاویہؓ کے حق میں امور خلافت دستبردار ہو گئے

سیدنا حسنؓ اگر خلافت پر قائم رہنا چاہتے تو سیدنا معاویہؓ یقیناً ان کے ہاتھ پر بیعت خلافت کر لیتے۔ مگر سیدنا حسنؓ کے پیش نظر نبی علیہ السلام کی وہ بشارتیں موجود تھیں جو گذشتہ صفحات میں بیان کی جا چکی ہیں۔ آپ کے لئے سیدنا معاویہؓ کے حق میں امور خلافت سے دستبردار ہونا بھی آسان تھا۔ آپ خوب جانتے تھے کہ کربلائی فتنہ برداروں کے گھیراؤ سے نکل کر امور خلافت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کرنے کے راستہ میں کئی مشکلات ہیں۔ آپ نے پہلے اس امر کے لئے فضا ساز کار کرنا شروع کی۔ چنانچہ مجلسی کا کہنا ہے کہ جلد جلد لوگ امام حسنؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنے لگے۔ اور امام حسنؓ نے ان سے شرط لی کہ جس سے یہ صلح کروں تم بھی صلح کرو اور جس

سے میں جنگ کروں تم بھی جنگ کرو۔ ان لوگوں نے قبول کیا (اردو ترجمہ جلاء العیون صفحہ ۳۴۴) گویا امر خلافت کے انقطاع کے وقت ہی آپ اس بات کا ارادہ کئے ہوئے تھے کہ میں اس ذمہ داری سے سیدنا معاویہؓ کے حق میں دستبردار ہو جاؤں گا۔

ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ تحقیق میں بعد حمد و لغت خدا امید رکھتا ہوں کہ اس خلق پر بہترین خیر خواہ ترین مردم ہوں اور کسی مسلمان کی طرف سے میرے دل میں کینہ نہیں اور کسی طرف سے میرے دل میں ارادہ بدی نہیں اور مسلمانوں کی جمیعت کو پراگندگی سے بہتر جانتا ہوں۔ اور جو صلاح تم اپنے حق میں بہتر جانتے ہو۔ اس سے بہتر جانتا ہوں۔ پس لازم ہے کہ میرے حکم کی مخالفت نہ کرو۔ اور میری رائے کو اپنے حق میں رد نہ کرو (اردو ترجمہ جلاء العیون جلد ۱ صفحہ ۳۴۵)

ان تصریحات سے معلوم ہوتا تھا کہ آپ خوب جانتے تھے کہ امور خلافت سے دستبردار ہونے پر یہ لوگ شاید صرف مخالفت پر ہی اکتفا نہ کریں بلکہ ہو سکتا ہے کہ مجھ پر حملہ آور بھی ہو جائیں۔ آپ کا یہ قیاس سو فی صدی درست نکلا۔

گردہ سبائیہ نے آپ پر زور ڈالنا شروع کر دیا کہ معاویہؓ سے فوراً جنگ شروع کی جائے۔ حالانکہ وہ لوگ خوب جانتے تھے کہ معاویہؓ سے ٹکرائے کر سیدنا علیؓ عہدہ آ نہیں ہو سکے۔ تو موجودہ حالات میں یہ پیش قدمی ہمارے پس کا روگ نہیں مگر انہیں فتح یا کامرانی سے غرض نہ تھی۔ ان کا اصل مقصد و مدعا یہ تھا کہ

مسلمانوں کو آپس میں لڑا لڑا کر ختم کر دیا جائے تاکہ دین مجوس و یہود سے جو اس معرض وجود میں آ چکا ہے حکومت اس کے ہاتھوں میں آ جائے۔

سیدنا حسنؑ نے رضاد و غبت سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کی

سیدنا حسنؑ کے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے محرکات و صفات گذشتہ میں بیان ہو چکے ہیں۔ اس موقع پر الامت والسیاستہ کے رافضی مولف نے نہایت پتے کی بات کہی ہے سیدنا حسنؑ نے ایک موقع پر فرمایا ان ابی کان بجد شتی الخیر سے والد مجھ سے فرماتے تھے کہ معاویہؓ ضرور خلافت پر فائز ہوں گے۔ خدا کی قسم اگر آپؐ اڑوں اور دشمنوں جیسی بڑی قوت سے بھی ان کے مقابل آتے تو وہ ضرور غالب رہتے۔ خدا کی حکمت کو نہ کوئی ٹوٹا سکتا ہے اور نہ اس کا ارادہ پلٹا جاسکتا ہے۔

(الامنت والسیاستہ جلد اول صفحہ ۱۷۴)

سیدنا علیؑ کو خوب معلوم ہو چکا تھا کہ میرے ارد گرد جو لوگ جمع ہیں یہ کب سب ناقابل اعتماد اور اسلام دشمن ذہینتوں کے حامل ہیں۔ اسی لئے بار بار آپؐ سیدنا حسنؑ کو وصیت فرماتے رہے کہ تمہیں ہر صورت میں سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا ہوگی۔ ملا باقر مجلسیؒ کی زبانی سینے حضرت حسنؑ جب اپنے لشکر بیعت کس طرح ہوئی اس کی بے وفائی سے متنی اور لفاظی پر مطلع ہوئے۔ تو فرمایا میں جانتا ہوں کہ تم لوگ مکار ہو دیکھیں میں نے کیا حجت تم پر تمام کرنا ہوں۔ لازم ہے کہ کل فساد موعن میں جمع ہو جاؤ۔ اور بیعت نہ تو کرو۔ عقوبت الہی سے ڈرو۔ پس دس روز تک اس مقام پر توقف فرمایا۔ مگر چار ہزار سے زیادہ لوگ آپ کے پاس جمع نہ ہوئے۔ امام حسنؑ امیر پر تشرفیت نے گئے اور فرمایا مجھے اس گروہ

لے الامنت والسیاستہ کو ابی عبد اللہ بن مسلم قتبہ المدنی نے سنہ ۲۷۴ھ کی تالیف بیان کیا جاتا ہے۔ جو سراسر غلط ہے۔ مدنی کی تالیفات کی فہرست جو ابن ندیم نے کی ہے اس میں الامنت والسیاستہ کا نام نہیں اور الامنت والسیاستہ میں بعض واقعات چند مصرعی عبارت سے روایت کئے گئے ہیں۔ حالانکہ مدنی کی کبھی مصرعے ہی نہیں۔

سے تعجب ہے جو حیار کتھے ہیں نہ ایمان۔ تم پر ملے ہو۔ بخدا سو گند معاویہؓ جس بات کا میرے قتل پر ضمانت ہوا اس پر وہ وفائہ کرے گا۔ اور میں تمہارے لئے چاہتا تھا کہ دین حق کو برپا کروں مگر تم نے میری مدد نہ کی۔ میں تمہارا عبادت کر سکتا ہوں۔
..... جب امام حسنؑ اپنے اصحاب سے یا کوس ہوئے تو معاویہؓ کو جواب دیا۔
..... کہ میں چند شرائط پر تمہارے صلح کرتا ہوں۔

(رجلاء البیون جلد اول صفحہ ۳۳۶)

ملا باقر صاحب تو یہاں حضرت حسنؑ کے ساتھ چار ہزار آدمی بیان کرتے ہیں۔ مگر حقیقت اس کے خلاف ہے اس مقام پر امام بخاریؒ کی روایت صحیحہ صورت کو لکھتی ہے۔
..... سیدنا معاویہؓ نے بنو عدیہ النفس میں سے دو آدمیوں یعنی عبدالرحمن بن عمرو اور عبداللہ بن کعبہ کو سیدنا حسنؑ کے پاس بھیجا اور کہا کہ ان کے سامنے اپنے مطالبات لکھو۔ چنانچہ دونوں صاحب تشرفیت لائے۔ ملاقات کی۔ گفتگو کی۔ پیغام پہنچایا اور مطالبات پیش کئے۔ حسنؑ بن علیؑ نے فرمایا۔ ہم بنو عدیہ المطلب اس مال (خلافت) سے بھر جائیں۔ اور اس امت نے بے وجہ اپنا خون ضائع کیا۔ تو ان دونوں نے کہا کہ ان معاویہؓ کی مطرقت سے پیشکش ہے اور ایسا ایسا مطالبہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ مجھے اس کی ضمانت کون دے گا؟ ان دونوں نے کہا۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ چنانچہ حضرت حسنؑ نے جو بھی کہا وہ کہتے گئے۔ ہم اس کے ضامن ہیں۔ اسی طرح انہوں نے صلح کر لی۔

ملا باقر مجلسیؒ لکھتا ہے کہ بنی علیہ السلام نے امام حسنؑ کو اٹھا کر سینے سے لگایا۔ اور ہمارے کہہ کر کہا۔ یہ میرا فرزند اس امت کا بزرگوار ہے اور شاید خدا بیکرت حسنؑ اس امت کے دو گروہوں میں صلح کرادے۔ (رجلاء البیون صفحہ اول صفحہ ۳۱ سطر ۲۰)

ملا باقر کے اس قول میں خط کشیدہ الفاظ ان جاہل سنیوں کے منہ پر ایک زمانے دار تھپڑ ہے جو سیدنا معاویہؓ اور ان کے ساتھیوں کو فتنۃ الباطن کہتے ہیں۔ غرضیکہ سیدنا حسنؑ کی سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کی جرئت بھی تھی اس سے آخری نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے حق میں خلافت سے دستبردار

ہو گئے۔ یہ بیعت ہر جیل کے کمنائے سکین کے مقام پر بیع الاول ام ہدیٰ لکھی گئی۔

خلع خلافت کے بعد

اب ایک شبیہ عہد اور مورخ کی زبانی بیٹھے :
جب حسن بن علی بن ابی طالب نے معاویہ بن ابی سفیان سے صلح کر لی تو لوگ ان کے پاس گئے اور بعض لوگوں نے ان حسن کو معاویہ سے بیعت کر لینے پر ملامت کی تو انہوں نے کہا تمہاری خیالی ہو تم کیا جانو میں نے کیا کام کیا۔ خدا کی قسم میں نے جو کام کیا ہے وہ میرے طرفداروں کے لئے تمام دنیا کی چیزوں سے بہتر ہے (احتجاج طبرسی)

اس کے بعد یہ غالی مصنف لکھتا ہے کہ ہم میں سے کوئی نہیں جس کی گردن میں اپنے زمانہ کے کسی گمراہ کی بیعت نہ ہو۔ اس فقرہ کی تشریح و تفسیر کسی شبیہ عہد کو ہی معلوم ہو گی کہ تمام معصوم آئینہ کی تمام زندگیاں گمراہوں کی بیعت میں گزریں گے۔
کوئی بتلائے کہ تم بتلاؤں کیا

اب تاریخ اس موڑ پر پہنچ جاتی ہے کہ کس طرح ان ناہنجار اور بخت انقیاء نے سیدنا حسن کو ذلیل و رسوا کیا۔ بلکہ نوبت یا بخار سید کہ اگر ان کا بس چلتا تو وہ آپ کو بھی شہید کر دیتے۔ چنانچہ سید حسین بن احمد بن اسماعیل بن زینبی الحسنی المعروف البزنجی جو خاص بخت کے بہنے والے ہیں لکھتے ہیں کہ جب حسن کے لشکر کو ان کے بعد خلع خلافت انہیں تنگ کیا تو آپ نے فرمایا تم نے مجھے زخمی کیا، میرا خیمہ لوٹا۔ مجھے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا کہا۔ اور میرے باپ کو شہید کیا اب مجھ اور کیا کہنا چاہتے ہو۔

تاریخ کو ذلیل بجوالہ عقد القرین جلد ۴ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ مصر ۱۳۵۷ھ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۸۷
یعنی سیدنا حسن کو خوب جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ہی میرے باپ کو شہید کیا ہے۔ اب آگے چل کر یہ مجھ سے کیا سلوک کریں گے

سیدنا زینب بنت علیؓ کو ذلیل و رسوا کیا تو انہیں تنگ کیا تو آپ نے فرمایا تم نے مجھے زخمی کیا، میرا خیمہ لوٹا۔ مجھے مسلمانوں کو ذلیل کرنے والا کہا۔ اور میرے باپ کو شہید کیا اب مجھ اور کیا کہنا چاہتے ہو۔
تاریخ کو ذلیل بجوالہ عقد القرین جلد ۴ صفحہ ۲۷۷ مطبوعہ مصر ۱۳۵۷ھ تاریخ طبری جلد ۲ صفحہ ۹۲، ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۸۷
یعنی سیدنا حسن کو خوب جانتے تھے کہ ان لوگوں نے ہی میرے باپ کو شہید کیا ہے۔ اب آگے چل کر یہ مجھ سے کیا سلوک کریں گے

سیدنا حسن کا خلع خلافت ان کے لشکر کے معاویہ سے جہاد کا حکم دیا حضرت کے کسی اصحاب نے جواب نہ دیا اس کے بعد عدی بن حاتم منبر پر کھڑے ہوئے اور کہا۔

سبحان اللہ! تم لوگ کیا فرقہ ناہنجار ہو تم کو فرزند رسول خدا جہاد کا حکم فرماتے ہیں اور تم قبول نہیں کرتے کیا ہوئے تمہارے شیاع کیا تم لوگ غضب خدا کے نہیں ڈرتے۔ اور تنگ و غارت پر روا نہیں کرتے۔ یہ سن کر ایک گروہ نے عدی بن حاتم کا ساتھ دیا امام حسن نے فرمایا اگر سچ کہتے ہو تو جانب خیمہ جہاں میرا لشکر ہے جاؤ۔ اور مجھے معلوم ہے اپنے قول پر وفا نہیں کرو گے جس طرح اس سے دفاع کی جو مجھ سے بہتر تھا۔ اور میں تمہارے کہنے پر کیوں کراہتا کروں۔ حالانکہ میں نے دیکھا جو تم نے پدر کے ہمراہ سلوک کیا۔ یہ فرما کر منبر سے نیچے تشریف لائے اور سوار ہو کر منبر پر لشکر گاہ ہوئے۔ جب وہاں پہنچے جن لوگوں نے اظہار اطاعت کیا تھا۔ اکثر نے اپنے قول پر وفائے کی۔ اور حاضر ہوئے۔ پس وہاں امام حسن نے خطبہ پڑھا۔ اور فرمایا مجھے قریب دیا جس طرح تم نے مجھ سے بہتر کو قریب دیا۔ اور میں معلوم میرے بعد تم کس امام سے مقابلہ کرو گے (جلال الدین جلد ۱ ص ۳۲)

آگے چل کر علامہ باقر قمی طراز ہے۔ امام حسن نے فرمایا پس لازم ہے کہ تم میرے حکم کی مخالفت نہ کرو اور میری رائے کو اپنے حق میں رو نہ کرو۔ امید ہے خدا مجھے اور تمہیں بخشدے اور ہمیں تمہیں جس میں اس کی محبت و خوشنودی ہے ہدایت کرے۔ جب ان منافقین نے یہ کلام حضرت سے سنا ایک نے دوسرے پر نظر کی اور اس کلام سے ایسا معلوم ہوا کہ ان کو معاویہ سے صلح منظور ہے اور چاہتے ہیں کہ خلافت معاویہ کو دینا پس سب اٹھ کھڑے ہوئے اور بلوہ کر دیا اور سارا سب امام حسن کا ٹوٹ گیا۔ یہاں تک کہ چائے نماز حضرت کے پاؤں کے نیچے سے کھینچ لی اور ردائے مبارک سے آٹا لی۔ پس امام حسن نے اپنا گھوڑا طلب کیا اور سوار ہوئے۔ اہل بیت آنحضرتؑ نے حضورؐ کے شیعوں کے

ہمارے حضرت کو بیچ میں لے لیا اور جب سب باطل مدائن میں پہنچے جراح بن سنان اسکی شہنشاہی
نے لگام اس پر نہ کھینچا اور اپنے خیران مبارک پر مارا کہ استخوان تک شکست
ہو گیا اور بردار بیت و دیگر پہلو پر پہنچا مارا۔ پس ملازمان و موالیان دوستان امام بن نے اس
ملعون کو پکڑ کر قتل کر دیا۔ اور حضرت کو عماری میں بٹھا کر مدائن لے گئے اور سید بن مسعود و عقیق
کے گھر میں کوہ حضرت کی طرف سے دانی مدائن تھا نزول اجلال فرمایا۔ اور وہ مختار کا چچا تھا۔
پس مختار اپنے چچا کے پاس آیا اور کہا چلو امام بن کو ہم معاویہ کو دیدیں شاید معاویہ اس
کے عین میں ہم کو ولایت دیدے۔ سعد نے کہا تیرا بڑا ہو کو کیا بکتا ہے میں امام بن کو اولی
پدر بزرگوار کی طرف سے مدائن کا حاکم ہوں۔۔۔۔۔

لے مختار رفتی جس نے اس مقام پر اپنے چچا کو خود دیا کہ سیدنا معاویہ کے پاس پہنچا
وہاں شایدا اس کے عین میں ہمیں معاویہ کو ولایت دیدے۔ اس کے چل کر تاریخ اسلام کے ایک نہایت گھمساندار
کا صورت میں نمودار ہوا۔ مگر شیوہ مختار کو امیر مختار یعنی اشد تعاطی کے نام سے یاد کرتے ہیں۔

جس کے متعلق پروفیسر راجن بارت ڈوری نے اپنی تالیف تاریخ مذہب میں بڑی تفصیل سے واقعات
لکھے ہیں چنانچہ لکھتا ہے کہ مختار نہایت چالاک، صفاک، ہوشیار و مگر بے اصول آدمی تھا غصہ میں شر اور مکاری
میں دوباہ سے کم نہ تھا۔ کبھی عاری ہا کبھی زہری اور آخر میں شیعہ ہو گیا۔ آئندہ سے آثار و صورت کے حامیوں کے
کے مطلق العنان بادشاہی کے پسند کرنے والوں تک کوئی فریق ایسا نہ تھا جس میں مختار کبھی نہ کبھی شریک رہا ہو۔
اپنے اس تلون سے جس سے لوگوں کو گمان ہوتا تھا کہ اس کے ایمان میں غلطی ہے انھوں نے پریشانی سے اسے پسند
اپنی طبیعت اور مزاج کا ایک خلاصی ایجاد کرنا تھا۔ اس کے خدائی تلون مزاج کا یہ حال تھا کہ اس بات کا آج
خیال یا قصہ یا ارادہ یا حکم کیا ہے وہ کل بدل گیا تھا۔ ایسے خدا کے عجیب اور مہمل اعتقاد میں ایک بڑا نفع
یہ تھا کہ جب مختار اپنی غیب دانی اور اہل ہای قابلیت پر نشانہ کرتے گئے تھا تو کسی کو انکسالی کوئی گنجائش نہ ہوتی
تھی کیونکہ وہ توہم گراں کی پیش گوئی کے مطابق دانتا تو وہ آسانی سے جواب دیتا تھا کہ خدا نے اپنا ارادہ بدل
دیا ہے۔ مختار نے جتنے سو اہلکے میرے بڑی عداوت سے میرے لیکن شیعوں کی سرداری کا سراغ جب بھرا تو
اس کی طبیعت اور مزاج کے لئے بہت ہی مرغوب اور موزوں تھا۔ مختار نے جب لشکر شام کے مقابلہ پر
(باقی اگلے صفحہ پر)

نہایت شیعان امام بن نے یہ کلام سنا تو چاہا کہ مختار کو قتل کر دیں۔ مگر شفاعت عم مختار
اس کی نصیحت سے روک دیا۔ پس بعد ایک جراح کو لایا اور زخم کا علاج کیا۔ اکثر دوسرے
لشکر امام بن نے معاویہ کو لکھا کہ ہم تمہارے مطیع و منقاد ہیں تم جلد عراق پہنچو۔ ہم جن کو پکڑ کر
تمہارے حوالے کر دیں گے۔

مجھے بلا ترقی کے ایسے مزخرفات سے اتفاق نہیں ہے۔ اصل حقیقت صرف اس قدر ہے
کہ سیدنا حسن نے اپنی باطنی فراست اور بصیرت سے اندازہ لگا لیا تھا اور نبی اکرم کے ارشاد اور
اپنے والد گرامی قدر کی وصیت کے مطابق وہ اس مقام پر پہنچے تھے کہ امرت کی بھلائی صرف
اس بات میں ہے کہ امور خلافت سیدنا معاویہ کے سپرد کر دیئے جائیں۔

والیہ ماشاء اللہ گوشتہ صفحے آگے جاتے کے لئے اپنے لشکر کو حکم دیا تو ان کے سامنے ایک کرسی لاکر کھڑی ہو کر بیٹھا
سے بہت ہی دلچسپی قیامت یعنی دھار دے دیں خریدی تھی مگر اس کو کیشم سے منہ نہ کر سکا اور وہ جاب ابیہ السلام
کا کرسی ہے اور اس کو کیشم کے یہ تقریر کی۔

”اے لشکر کے لوگو! یہ کرسی تمہارے حق میں ایسی ہی مبارک ہے جیسے کہناوت سیکھ جی اسرائیل کے حق میں ہو تھا
اسے لڑائی میں اپنے ساتھ رکھو اور جہاں اسے زیادہ کثرت و خون ہو وہاں اسے رکھو اور وہاں اسے شہنشاہ
بچاؤ اور فتح ہو جائے تو سمجھو کہ خدا نے تمہاری مدد کی ہے اور اگر شکست ہو تو موت نہ ہمارا کوئی کچھ کو
ایہام ہو گیا ہے کہ ایسی صورت میں تم پر ملائکہ کا نزول ہو گا مارا و تم ہلاک ہو کر کھو گئے کہ وہ مسجد کبریا کی
شکل میں اپنے اڑتے ہوئے گئے۔ اصل میں مختار نے چند کپڑے جو کفر میں پائے گئے تھے اپنے چند مہتر و
کوہ و شکر کے ساتھ جا رہے تھے یہ پکڑ کر گئے تھے کہ اگر ان کی میں بات بگڑ جائے تو کپڑوں کو چھوڑ دینا۔
مختار جانتا تھا کہ جب ان کپڑوں کو پکڑ لیا تو وہ سیدھے کوہ واپس آئیں گے۔ ان کے وہاں سے تھے ایک تو اس
نے بیہوش کر رکھا تھا کہ کپڑے نہ پر میں بھاگ گوں گا اور دوسرے یہ کہش کی ڈٹ کر مقابلہ کریں گے۔ اگر ت
۶۷۸۶ میں موصی کے قریب جنگ ہوئی اور ان کا سردار سید عبداللہ بن زیاد مارا گیا آخر مختار مصعب بن زبیر
کے ہاتھوں قتل ہوا۔ انھیں عبرت نامہ انیس ص ۲۰۰ لکھ ۲۰

آگے چل کر مختار کی اس مدت پر عمل کرنے والے ہزاروں اشخاص پیدا ہوئے (اساں اللہ عزوجل کو شکر و حمد و ثناء
(باقی اگلے صفحہ پر)

عام الجماعت یہ دو بارک سال ہے جس کو متاخرین نے اتحاد و اتفاق کا سال قرار دیا۔ عالم اسلام کا قسمت و افتراق ختم ہو گیا۔ پھر سے ہونے لگے۔ جہاد کا تلبیہ شدہ فریضہ از سر نو ایک نظام کے تحت شروع ہوا۔ اور اس تمام سعادت و خوش بختی کا سہرا صرف ایک واحد شخصیت کے حصے میں آیا جسے تاریخ نواسہ رسولؐ تخت جگرافیہ فرزند علیؑ سیدنا حسنؑ کے نام سے جانتی اور

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) کی یہ روایت کو بابا امام جعفرؑ نے کتب سیریلو رکھ کر بات کرتا ہوں سے کر مرقا دیا جی ملک اس سنت پر عمل کرتے ہوئے تاریخ کے صفحات میں ہزاروں اشخاص آپ کو نظر آئیں گے۔ اور پاکستان بننے کے بعد ہمارے وہ بیڑ جو کشتے روزگار کی طرح سیاسی پارٹیاں بدلتے چلے آ رہے ہیں سب تختہ کار و حالی ذیت ہیں (آج مختار کو حضرت امیر مختار کہتے ہاں کی کہ نہیں ہیں) لوگوں نے فاروق اعظمؓ کو شہید کرتے ہوئے عجمی غلام فروز کو بابا شجاع رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہا انہوں نے مختار کو سب کچھ جانتے کے باوجود کہ وہ طاہرین کا جانی دشمن تھا محض اس وجہ سے امیر کا خطاب بخشا کہ اس نے مسلمانوں کے قتل عام میں اپنی توانائیاں صرف کرتے ہیں پوری فوری کوشش سے کام لیا۔

مختار کا کل زمانہ حکومت ۱۲ ربیع الاول ۶۶ھ سے ۱۵ رمضان ۶۷ھ یعنی صرف ۱۸ ماہ بھری ہے مگر اس مختصر عرصے میں اس نے حب اہل بیت کا سوا کچھ بھر کر جو قتل عام کیا تاریخ اس کی نظیر پیش کرنے سے قاصر ہے حالانکہ شیعت کے مروجہ آئینہ اسے ہمیشہ دھنکا رہے۔

پچھے امام حضرت جعفر صادقؑ سے روایت ہے کہ مختار حضرت امام زین العابدینؑ سے غلط دلائل منسوب کرتا تھا (رجاں کشی جواد مختار نامہ صفحہ ۳)

پانچویں امام مختارؑ کہتے ہیں کہ مختار نے زین العابدینؑ کی خدمت میں تحائف بھیجے مگر انہوں نے یہ کہہ کر کہ میں دروغ گو کا بیڑ قبول نہیں کرتا سب تحائف واپس بھیج دیے (مختار نامہ صفحہ ۳) ایک دفعہ مختار نے امام زین العابدینؑ کی خدمت میں ایک لاکھ درہم بھیجے مگر آپ نے قبول کرنا نہ کر دیا اور واپس بھیجنے میں خطوط محسوس کیا رقم لے کر وطن کو واپس چلا گیا۔ قتل کے بعد ابراہیم بن عبد الملک کو مطلع کیا انہوں نے کہا خیر کچھ نیچے رکاب مختارؑ حسن بن سلیمان جواد مختار نامہ صفحہ ۲) (باقی اگلے صفحہ پر)

پہنچائی ہے۔ اس بطل جلیل اور بطل عظیم کے احسانات سے امت قیامت تک برا نہیں ہو سکے گی۔ آپ کے اس عظیم کارنامہ اتحاد المسلمین کی پھر وہی کیفیت آگئی جو خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں موجود تھی۔

حضرت معاویہؓ اس کے بعد بیس سال تک مسند خلافت پر تکیا رہے۔ اور اپنی نظیر فرست بے مثال حسن تدبیر سے اندرون ملک تمام فتنہ وازانہ سرگردیوں کو کچل رکھ دیا۔ اور بیرون ملک جہاد کا از سر نو انتظام کیا گیا۔ ہر طرف خوشی و انبساط اور غارتخا البالی کی لہریں دوڑ گئیں۔ امیر معاویہؓ اپنے اصول حکمرانی، علم و کرم، عدل انصاف، وجود و سخا سے رعایا کے محبوب بن گئے۔ مسلمان نہیں رہتی دیتا سیدنا حسنؑ اور سیدنا معاویہؓ کی شکر گزار رہیں گی۔

تاریخی صفحات میں سیدنا امیر معاویہؓ کو اموی سلطنت کا بانی کہا گیا ہے حقیقت یہ ہے کہ سلطنت اموی کے بانی اس لحاظ سے سیدنا حسنؑ تھے

شرائط صلح

مختلف تاریخوں میں شرائط صلح کی دفعات و تفصیلات میں اختلاف ہے

(بقیہ حاشیہ گذشتہ صفحہ) امام زین العابدینؑ مختار پر لعنت بھیجا کرتے اور فرمایا کرتے کہ اس نے پر اور خدا پر بیعتان یا نہد جا ہے۔ وہ یہ بھی کہتا تھا کہ مجھ پر وہی نازل ہوئی ہے حضرت جعفرؑ ما کہتے ہیں کہ حضرت سید الثقلین حضرت امیر المومنین اور حضرت حسنؑ اسے جہنم میں دیکھیں اجتہاد میں وہ جعفر صادقؑ کی امامت کا قائل نہ تھا بلکہ جہنم بن صفوان کے عقیدے پر تھا جناب امیرؑ کی شہادت پر لوگوں کا خیال تھا کہ مختارؑ بھی ابن علیؑ کا سہارا ہے اس لئے کہ وہ ہیں ہر نماز کے بعد گو کہ اس پر لعنت بھیجا کرتے تھے۔

تلفیض تقریظ سید محمد ابراہیم مجتہد العصر
بحوالہ مختار نامہ صفحہ ۳۹/۳۰

دیوری کا بیان قرین قیاس نظر آتا ہے۔ اس کے بیان کے مطابق صلح کی وقت حبیب ذیل تھیں:-

- ۱۔ کسی عراقی کو محض پرانی عداوت کی بنا پر نہ پکڑا جائے۔
- ۲۔ بلا استثنا سب کو امان دی جائے۔
- ۳۔ اہل عراق کی بد زبانوں کو انگریز کیا جائے۔
- ۴۔ دارا الجبر و کا پورا اخراج حضرت حسن کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔
- ۵۔ حضرت حسن کو دو لاکھ سالانہ دیئے جائیں۔
- ۶۔ وظائف میں بی ہاشم کو بی امیر پر ترجیح دی جائے۔

سیدنا امیر معاویہ نے اپنے حکم سے یہ اقرار نامہ لکھ کر اکابرین شام کی شہادتیں لکھ کر ادھر کر کے عبید اللہ ابن عباس کے ذریعے حضرت حسن کے پاس بھیج دیا۔ اخبار الطول (۲۳۲) طبری کی تاریخ تضاد بنیادیوں کا مجموعہ ہے یہاں بھی تضاد روایتیں بیان کرتے ہیں پہلی روایت کے مطابق تین شرطیں بیان کرتا ہے۔

- ۱۔ کوفہ کے بیت المال کا تمام روپیہ حضرت حسن کو دے دیا جائے۔
- ۲۔ دارا الجبر کا خراج آپ کے لئے مخصوص کر دیا جائے۔
- ۳۔ حضرت علی پر سب کو شتم نہ کیا جائے۔

طبری کی دوسری روایت ہے کہ امیر معاویہ نے ایک سادہ کاغذ پر اپنی مہر کے حضرت حسن کے پاس بھیج دیا تھا کہ آپ جو شرطیں لکھ کر میرے پاس بھیجیں گے مجھے منظور ہیں چنانچہ حضرت حسن نے اپنی شرطیں دو گنی کر کے بھیج دیں مگر امیر معاویہ نے قبول نہ کیں۔

طبری کی پہلی روایت کی تیسری شرط صریحاً مذکور ہے چونکہ سیدنا علی پر شتم کا نام سراسر جعلی ہے۔ اور دوسری روایت سرے سے وضعی ہے۔

متاخرین کی بعض کتابوں میں یہ شرط بھی ملتی ہے کہ امیر معاویہ نے بعد حضرت حسن خلیفہ ہونے کے مگر اس شرط کے خالق وہی لوگ ہیں جنہوں نے اسے چل کر آپ کی دانت کے

مستعلق زہر خورانی کا افسانہ تراشا۔ قریباً بعد موغین کی کسی کتاب میں یہ شرط موجود نہیں۔ یعنی طبری نے باوجود اپنے تشیع کے اسے بیان نہیں کیا۔ اور یعقوبی، شعری اور ابن اثیر نے بھی اس شرط کے متعلق کہیں اشارہ نہ کیا۔ یاران طریقت نے بہت بعد میں یہ داستان تراشی ہے۔ اگر اس شرط کا کوئی وجود ہوتا تو امیر یزید کے ولید جہدی کے چھ سات سالہ دور میں کہیں نہ کہیں سے یہ آواز ضرور پیدا ہوتی اور بعضی طور پر سیدنا عبداللہ بن زبیر جن کے نہایت خاندان میں حصول خلافت کا خیال موجود تھا ضرور کسی موقع پر اس شرط کا اظہار کرتے۔ اور سب سے اہم یہ کہ سیدنا حسین اپنے خروج کے وقت حضور اسے بیان کرتے۔

سیدنا حسن نے مجمع عام میں زبانی بھی اس مسئلہ کی تصدیق فرمائی۔

(اخبار الطول ص ۲۳۲) استیجاب و اسانقلاب) مگر اس مجمع میں سیدنا معاویہ کے ہاتھ پر رجحیت کرتے وقت آپ نے بھی اس شرط کا اظہار نہ فرمایا۔ یوں حضور صادق و مصدوق خاتم المعصومین کے اس ارشاد یعنی الخلافتی بالخلافۃ بالمعینۃ والملك بالاشہار یعنی خلافت نبوت مدینہ میں ہوگی اور خلافت ملکیت میں ہی کی تعبیر ہوگی۔

سیدنا معاویہ و حسین حبیب سیدنا معاویہ باقاعدہ خلیفہ منتخب ہو گئے تو ملک میں امن و امان کا دور دورہ شروع ہو گیا۔

مسلمانوں نے اس سال کو عام الجماعۃ کا نام دیا۔ سیدنا معاویہ کا حضرت حسین کے ساتھ نہایت مشفقانہ برتاؤ رہا۔ مقررہ وظائف کے علاوہ ذوقاً فرقا انہیں گراں قدر عطیات سے نوازا جاتا رہا۔ دونوں بھائی بلاناغہ ہر سال سیدنا معاویہ کی خدمت میں دمشق حاضر ہوتے رہے اور امیر المؤمنین کے ذاتی مہمانوں کی حیثیت سے ہفتوں وہاں قیام فرماتے رہے۔

علامہ ابن اثیر لکھتے ہیں حبیب خلافت معاویہ کی قائم ہو گئی تو حسین اپنے بھائی حسن کے ساتھ ان کے پاس جایا کرتے تھے۔ وہ ان دونوں بھائیوں کی بہت زیادہ عزت کرتے۔ مرجا کہتے، عطیات سے شاد کام کرتے۔ ایک دفعہ ایک ہی

دن میں انہیں بیس لاکھ درہم عطا کئے (ابواب جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۱ ترجمہ)
یہی علامہ ابن کثیر زید بن الحباب کی روایت بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حسن بن
علیؑ معاویہ کے پاس آئے تو معاویہ نے فرمایا کہ میں تم کو ایسا گرانقدر عطیہ دوں گا
جو مجھ سے پہلے کسی نے کسی کو نہ دیا ہوگا۔ چنانچہ چالیس لاکھ درہم دیئے اور ایک
بار جب دونوں بھائی دمشق پہنچے تو ہر ایک کو بیس بیس لاکھ کے عطیہ سے شاد کام
کیا (ابواب جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۱ ترجمہ)

شیخ البلاغہ کا شارح ابن ابی الحدید لکھتا ہے۔ معاویہؓ دنیا میں پہلے شخص تھے
جنہوں نے دس دس لاکھ درہم عطا کئے اور ان کا فرزند (یزیدؓ) پہلا شخص ہے جس نے
اس رقم کو دوگنا کیا۔ اور یہ عطیات علیؑ کے دونوں بیٹوں (حسنؑ و حسینؑ) کو ہر سال
دس دس لاکھ عطا ہوتے اور اسی طرح عبداللہ بن عباسؓ اور عبداللہ بن جعفرؓ
کو بھی دیئے جاتے (جلد ۲ صفحہ ۹۲)

یہ عطیات سالانہ وظائف کے علاوہ دیئے جاتے جو یا تو خمس اور ثمن سے
ہوتے یا اس مال میں سے جو ملک کی ضروریات سے زائد ہوتا اور یا غلیفہ اپنے ذاتی
مال سے دیتے۔

مگر باقر مجلسی لکھتا ہے کہ امام حسنؑ ایک بار معاویہؓ کے پاس دمشق گئے اتفاقاً
اس روز بہت مال و متاع کسی موقع سے اس کے پاس لائے جب فہرست
معاویہؓ کو دی۔ معاویہؓ نے امام حسنؑ کو دیدی (جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۱)

آگے چل کر مجلسی لکھتا ہے کہ جب معاویہؓ مدینہ میں آکر مجلس عام میں بیٹھا
اشراف مدینہ کو بلایا اور ہر شخص کو پانچ سو درہم سے سو سو درہم تک اس کی نیابت
کے مطابق دیئے امام حسنؑ بالکل آخر میں پہنچے معاویہؓ نے کہا آپ دیر کے اس
وجہ سے آئے کہ مجھے کچھ خوش اور بخیل بتائیں یہ کہ معاویہؓ نے خزانگی کو حکم دیا
اب تک میں نے جس قدر تقسیم کیا ہے اس سب کے برابر حسنؑ کو دیا جائے (ابواب جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۱)

سیدنا حسنؑ کی امویوں سے رشتہ داریاں

سیدنا علیؑ کے اٹھارہ بیٹے اور اٹھارہ بیٹیاں تھیں۔ یعنی سیدنا حسنؑ کے
سترہ بھائی اور اٹھارہ بہنیں تھیں ان میں سے سیدہ دملہ بنت علیؑ سیدنا معاویہؓ
ابن مروان کے نکاح میں تھی (جمہور الانساب ابن حزم صفحہ ۱۸۱)

سیدنا حسنؑ کی دوسری بہن امیر المؤمنین عبد الملک بن مروان کے نکاح
میں تھی (ابواب جلد ۱۰ صفحہ ۱۸۱) سیدنا حسنؑ کی تیسری بہن سیدہ خدیجہ امیر عامل بن کریمہ
اموی کے فرزند عبدالرحمن کے نکاح میں تھی۔ (جمہور صفحہ ۱۸۱)

آگے چلے سیدنا حسنؑ کی پوتیوں کے متعلق سنئے:

۱۔ نفیسہ بنت زید بن حسنؑ امیر المؤمنین ولید بن عبد الملک سے بیہی گئی
تھی۔ انہوں نے کوئین کو اس نکاح کا اقرار کرنا قبول نہ ہو سکا انہوں
نے تزویج کے بجائے خرجت الی الولید یعنی ولید کی طرف بھاگ گئی لکھ
کر اپنے حبش باطن کا ثبوت دینے میں شرم محسوس نہ کی۔ لیکن اس کے
باوجود ولید کے پاس جاتے رہے ایک بار ولید نے زید کو تیس ہزار شرفیلا
عطا کیں (عمدة الطالب صفحہ ۱۸۱)

اونٹ سے اونٹ تیری کوئی کل سیدھی۔ زید اپنی خوشی سے اپنی بیٹی کا
نکاح ولید سے کرتے ہیں خود داماد کے پاس جاتے ہیں اور داماد کے عطیات
سے لکر واپس آتے ہیں مگر یہ لوگ خرجت الی الولید لکھ کر اپنے حبش باطن کا
ثبوت دیتے ہیں مگر ایسے لوگوں سے کیا گلہ جنہوں نے سیدہ ام کلثومؓ سے علیؑ
کے سیدنا عمرؓ کے ساتھ نکاح پر یہ پھبتی کہی تھی اولے فرج غضب مناز یعنی
یہ پہلی شرم گاہ ہے جو ہم سے چھپنی لگی (لا حول ولا قوۃ)

معز الدولہ دلیلی جس نے بغداد میں شیعیت کو فروغ دیا اور تعزیرہ دمام
کی بنیاد رکھی۔ اس نے جب سیدہ ام کلثومؓ کا نکاح سیدنا فاروقؓ اعظم سے کئے

تو ہے اختیار کیا تھا ماسمت هذا قط (البیہ ۱۲) اور کچھ شیعیت سے تائب ہو گیا۔ ورجع الی سنتہ و متابعتها (البیہ ۱۳)

۲۔ زینب بنت حسن مشن بن حسن کی شادی بھی ولید بن عبد الملک سے ہوئی تھی یہ زینب بنت محمد نام بن محمد باقر کی سالی عبد اللہ المحض کی حقیقی بہن تھی جس نے سیدنا زید العزیز کے نواسیدنا حسین بن علی کا داماد بنایا جو یوحنا اور زیدہ بچے والوں سے تھے

۳۔ ام تائم بنت حسن مشن بن حسن، مروان بن ابان بن عثمان کے نکاح میں تھی۔ مروان کے مرنے کے بعد علی بن العابدین کے نکاح میں آئیں مروان سے محمد نامی ایک لڑکا تھا کہ جہرۃ الالباب ابن حزم (کتاب المجرد ۲۴)

۴۔ سیدنا حسن کی ایک پوتی معاویہ بن امیر المؤمنین امیر مروان بن الحکم کے نکاح میں تھی (جہرۃ الالباب ابن حزم ص ۱۰)

۵۔ حمادہ بنت حسن مشن بن حسن اسماعیل بن عبد الملک بن عمار بن حکم کے نکاح میں تھی۔ (ایضاً ص ۱۱)

۶۔ خدیجہ بنت حسین بن حسن حمادہ سے پہلے اسماعیل کے نکاح میں تھی

ازواج و اولاد | طبری کہتا ہے کہ ایک بار خلیفہ ابو جعفر منصور نے محمد ہدیٰ (جہرۃ ص ۱۲)

کے خروج کو فرو کرنے کے بعد بیچ عام میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ علی خلیفہ ہوئے تو وہ خون میں لت پت ہو گئے یعنی انہیں کے شیعوں نے ان پر لورش کر کے انہیں قتل کر دیا۔ ان کے بعد حسن خلیفہ ہوئے مگر وہ اس میدان کے مرد ہی نہ تھے۔ انہیں روپیہ پیش کیا گیا تو وہ خلافت سے دستبردار ہو کر عورتوں سے تمتع کرنے میں مصروف

۱۔ یہاں مراد سیدنا حسن کی ان بہنوں اور بیٹیوں کا ذکر کیا گیا ہے جو مختلف اموی شہزادوں کے نکاح میں تھیں۔ مزید تفصیل کے لئے راقم کی تالیف حقیقت مذہب شیعہ دیکھئے جہاں دیگر علوی شہزادوں کا ذکر کیا گیا ہے۔

ہو گئے۔ خلیفہ ابو جعفر منصور کے ان الفاظ میں جو سوتیا بن بن ہے وہ لطیف طبائع کے لئے نہایت ناگوار ہے خلیفہ ابو جعفر منصور کے یہی کلمات مدائنی کے ان کلمات کی عکاسی کرتے ہیں کہ سیدنا حسن نے نوے نکاح کئے ان میں سے ایک دلع بیان کیا کہ آپ نے ایک خاتون سے نکاح کیا تو سو گیندوں کے ذریعے اُسے روپیہ بھیجا اور ہر گینز ایک ایک ہزار درہم سے کر گئی۔

(تاریخ قیس جلد ۱ ص ۳۶)

ملا باقر مجلسی نے جلاء العیون میں خوب بے پیر کی اڑائی ہیں۔ ایک مقام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۲۵۰ عورتوں سے نکاح کئے خود ہی دوسرے مقام پر لکھتا ہے کہ آپ نے ۳۰۰ عورتوں سے نکاح کئے اور یہ نکاح سیدنا علی کی زندگی میں ہوئے۔ بعد کے زمانہ کے متعلق معلوم نہیں۔ چنانچہ ایک بار سیدنا علی نے منبر پر کھڑے ہو کر فرمایا حق بہت زیادہ طلاق دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ ہماری لڑکیوں کا ایک رات ان کے مل رہا ہمارے لئے موجب شرف ہے (تاریخ اثبائے مطہر تہران ۱۲۳۰ ص ۱۳۰) ملا صاحب کا کہنا ہے حضرت حسن نے جنبی عورتوں کو طلاق دی تھیں وہ سب بگئے سر آپ کے جنازہ پر روقی پڑھتی حاضر ہوش (شاید انہوں نے اسی انتظار میں نکاح ثانی نہ کئے تھے کہ حسن مرنے اور ہم اس کے جنازہ پر نہیں مڑتے)

ابن ابی الحدید نے ستر نکاح بیان کئے ہیں پر وہ یہ بھی سوچ سکتا ہے۔ ملا باقر مجلسی کہتا ہے۔ ابن شہر آشوب نے روایت کی ہے کہ امام حسن علیہ السلام نے دو سو چاس عورتوں سے نکاح کیا اور بروایت دیگر تین سو عورتوں سے یہاں تک کہ جناب امیر علیہ السلام نے فرمایا کہ میرا فرزند مطلقاً ہے الخ (جلاء العیون جلد اول ص ۱۲۷)

حقیقت یہ ہے کہ اگرچہ آپ نے متعدد نکاح کئے مگر اس قسم کی تمام روایات محض افوازی حیثیت رکھتی ہیں اور عقل سلیم اسے قطعاً تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ سیدنا حسن جب عاقل و بالغ، مفکر و مدبر، عبادت و سخاوت کا پیکر

اس قسم کی عیاشیوں کا ارتکاب کرتا۔

اولاد میں آٹھ لڑکوں کے نام ملتے ہیں۔

حسن - زبید - عمر - قاسم - ابوجبر - محمد الرحمن - طلحہ - عبید اللہ۔

یہاں ایک بات توجہ طلب ہے۔ آج جو لوگ ابوجبر و عمر عثمان اور طلحہ کے ناموں سے بد کہتے ہیں بلکہ ان کو حبیث طاغوت، فحشاء منکر اور کیا کیا کہتے ہیں اگر ان کے مزعومہ آئمہ کے نزدیک بھی وہ ایسے گنہ گار تھے تو انہوں نے اپنی اولاد کے نام ان کے ناموں پر کیوں رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ سیدنا علیؑ، سیدنا حسنؑ، سیدنا حسینؑ کے دلوں میں اصحاب ثلاثہ عشرہ مبشرہ بلکہ تمام صحابہ کرامؓ کے متعلق بے پناہ محبت و خلوص اور احترام و عقیدت کے جذبات تھے۔ بلکہ میں تو کہتا ہوں کہ ان کے تصور میں بھی کبھی اس قسم کا خیال تک نہ آیا ہو گا کہ آئندہ آنے والی نسلیں ہمارا نام لے لے کر خدا کے ان پاکیزہ بندوں کی شان میں اس طرح گستاخیاں کریں گی صرف دانتو کر بلا پر غور کیجئے اس میں ۳۶ طابعی موجود تھے جن میں سے سات کے نام اصحاب ثلاثہ اور سیدنا طلحہ کے ناموں پر تھے۔

- ۱۔ ابوجبر بن علی - ریاض الشہادتین میں ان کا ذکر ہے قاتل عبداللہ بن عبید تھا۔
- ۲۔ ابوجبر بن حسن - مقام میں ان کا ذکر ہے۔
- ۳۔ عمر بن حسن - کر بلا میں زمرہ پنج گئے ۲۰ سال کے نوجوان تھے (تصویر کر بلا میں)
- ۴۔ عمر بن علی - قاتل کا نام یزید البطی بیان کیا جاتا ہے۔
- ۵۔ عمر بن حسین - عرصہ تک زندہ رہے۔
- ۶۔ عثمان بن علی - مقام میں ان کا ذکر ہے قاتل کا نام ثوی بن یزید بیان کیا جاتا ہے۔
- ۷۔ طلحہ بن حسن - عمر پندرہ سال زندہ رہ گئے۔ گویا ۳۶ طالبیوں میں سے دو ابوجبر تین عمر، ایک عثمان اور ایک طلحہ نام لے تھے

اور لطف یہ کہ ابوجبر بن علی کا قاتل عبداللہ، عمر بن علی کا قاتل یزید البطی اور عثمان بن علی کا قاتل ثوی، تینوں اس وفد میں شامل تھے۔ جو سیدنا حسینؑ کو مکہ سے گھر کر کر بلا لایا تھا۔

وفات | سیدنا حسنؑ، سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت خلافت کرنے کے بعد ۹ سال زندہ رہے آپ کے سن وفات میں اختلاف ہے۔ مگر صحیح سن وفات ۴۹ھ ہے۔ جیسا کہ آگے چل کر آپ کی وفات کی قعریت کے ضمن میں سیدنا امیر یزیدؑ نے کہا تھا۔ نیز قسطنطین کے جہاں میں سیدنا حسینؑ کا ذکر ملتا ہے۔ یہ جہاد ۴۹ھ میں ہوا۔ اگر سیدنا حسنؑ اُس وقت زندہ ہوتے تو ضرور اپنے بھائی حسینؑ کے ساتھ اس جہاد میں شامل ہوتے۔ آپ فتح افریقہ اور فتح ایران و ترکستان میں موجود تھے۔ حالانکہ ان فتوحات کے متعلق حضور فاطمہ المعصومہؑ کی زبان اقدس سے اس قسم کے کوئی کلمات موجود نہیں جیسا کہ جہاد قسطنطین کے متعلق "منفور لہم" کا ارشاد موجود ہے۔

آج یہ افسانہ زبان زد خواص و عوام ہے کہ سیدنا حسنؑ کو ان کی بیوی جعدہ بنت اشعث نے زہر دیا تھا۔ اور بعض شیعی روایتوں میں اس قسم کی حواس باختگیاں بھی موجود ہیں۔

وقال ابن سعد سمعہ معاویہ ترسل الانثی کات یقده الیہ الشام ہو داخراً الحسین (ایقانہ انما میں جلا بجا تذکرۃ الخویش الامیر)

"یعنی یہ کوئی ذات شریف ابن سعد فرماتے ہیں کہ حسنؑ کو معاویہؓ نے کئی بار زہر دیا۔ اور حضرت حسنؑ معاویہؓ کے شام جاتے رہتے تھے۔" کیا بے ہنگامی یا بے جا ہے۔ ہر سال دونوں بھائی ہزاروں میل کا سفر طے کر کے گویا معاویہؓ کے پاس زہر نوش فرماتے کہ لئے تشریف لے جاتے تھے اور یہ جبکہ اتنا شدید ہو گیا تھا کہ شام جانے سے ڈرتے تھے۔ اور آخر دوزخا تیز ہو گیا۔ مگر وہ تیز دوزخ بھی شام سے مدینہ تک کے سفر میں انہیں ہلاک نہ کر سکا

جب مدینہ پہنچے تو اس نے اپنا اثر دکھایا۔ لعنت اللہ علی الکاذبین۔
مگر تاہم گرتے پڑتے مدینہ پہنچ گئے اور یہاں پہنچ کر
جان بحق ہو گئے۔

نفس اقبالہ ایک اور بھی تالیف ہے اس میں قوم ہے۔ بعض کا بیان ہے کہ امام
حسن کو مسموم شربت پلا دیا گیا۔ اور بعض بتاتے ہیں کہ کسی قسم کی بیماری سے آپ کی وفات
ہوئی جالیس روز تک آپ بیمار رہے مگر یہ روایت صحیح نہیں چنانچہ امام حسنؑ خود اپنے
مرض الموت میں فرماتے تھے ابیت السحر میں وحی انشلا مجھے دوبار زہر دیا گیا
اور تیسری بار ہے (۱۵۰) بعض روایتوں میں امیر المؤمنین سیدنا امیر معاویہؓ کو ان الفاظ
میں بدنام کرنے کی کوشش کی گئی ہے مگر انہوں نے جعدہ کے ذریعہ زہر دلوایا تھا
حالانکہ یہ تمام داستان سرے سے ہی واپس ہے درمیانوں کا تو ذکر ہی کیا۔ نتائج اسلام
حق اول عہد رسالت و وفات راشدہ مولفہ شامہ عین الدین ندوی نے اگرچہ سیدہ
جعدہ کو بے گناہ قرار دیکر گویا ایک بڑی حقیقت کا انکشاف کیا ہے مگر زہر خورانی کے
وہ بھی قائل ہیں (۱۵۱) معلوم ہوتا ہے کہ زہر خورانی کی فتنی روایتیں ان لوگوں کے
ذہنوں پر کا یوں بیکر سوار ہو چکی ہیں حالانکہ اس قسم کی تمام روایات از قسم خرافات ہیں
اب ہم اس مقام پر سب سے پہلے یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس زہر خورانی کی داستان
کا خالق کون ہے؟

ابن قتیبہ متوفی ۲۶۶ھ الوصفیہ بخاری متوفی ۲۸۱ھ صاحب المجر متوفی ۲۴۵ھ
ابن جریر طبری متوفی ۳۴۰ھ جس نے قتیبہ کی آڑ میں ہزاروں وضعی روایات سے اپنی
تاریخ کو مستفیع کیا ہے میں سے کسی ایک نے اپنی کسی تالیف میں زہر خورانی کا اشارہ
نہیں کیا۔ ان سے پہلی تالیفات کا ذکر ہی کیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ پوری صدی
ہجری کے راج اول تک کوئی بھی زہر خورانی کی داستان سے واقف نہ تھا۔
سب سے پہلے زہر خورانی کا اہتمام سوری متوفی ۳۴۶ھ کو ہوا اگر اس اہتمام کے مال پر
تلاش کرنے کے لئے اُسے بڑے لائق پاؤں مارنے پڑے اور جب ہر طرف سے مایوس ہوا

تو اسے کھن پڑا۔ کہا جاتا ہے کہ جعدہ نے معاویہ کے ایاد سے حضرت حسنؑ کو زہر دیا
”اس کہا جاتا ہے“ کے گور شترے آگے مل کر وہ نفس جعدہ کے زعم و شیعہ کو محقق اور مؤرخ
اس کے نفس سے اس بہتر ہو کر وہی تیاری ہانکتا چلا گیا۔ اور نئے دلوں سے مردوں
قسم کے مؤلفین ان خرافات کو اپنی تالیفات میں لکھتے چلے گئے۔ نوبت یہاں تک پہنچی کہ
خداوندان دارالمصنفین مدوہ تک اس پر ایمان لے آئے۔

زہر خورانی کے منظر کی تحقیق | زہر خورانی کے سرشمیر کے اس مجموع کے بعد اس
ہرزہ سرائی کی تخلیقی ضروریات اور ان کے
پس منظر کی طر توجہ ضروری ہے۔

سیدہ جعدہ بنت اشعث قبیلہ کندہ سے تعلق رکھتی تھیں۔ سیدنا اشعث
قبیلہ کندہ کے قائد تھے اور صحابی تھے اور سیدنا ابو بکرؓ کے بہنوئی تھے جنگ صفین میں
اپنے قبیلہ کے سردار کی حیثیت سے سیدنا علیؓ کے کپ میں تھے اور ناشی کی تجویز
کے مؤید تھے۔ مالک الاشتر مجوسی جو سیدنا علیؓ کے لشکر کا کمانڈر انجیف تھا
جنگ جاری رکھنے پر تیار ہوا تھا۔ اُسے اس بات کا خطرہ تھا کہ اگر صلح ہو گئی تو ہماری
خیر نہیں مگر حضرت اشعثؓ کی کوششیں کامیاب ہو گئیں۔ سیدنا اشعثؓ کی وفات
۴۰ھ میں ہوئی اور قبیلہ کی قیادت محمد بن اشعثؓ کو حاصل ہوئی۔ محمد سیدنا صدیق اکبرؓ
کے سیکے بھائی تھے (۱۵۲) کتاب نسب قریش (۲۴)

ابھی محمد بن اشعثؓ کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انہوں نے مسلم بن عقیلؓ کو امان
کا وعدہ دے کر گرفتار کر لیا تھا قبیلہ کندہ عراق کا زبردست قبیلہ تھا اور سیدنا
اشعثؓ کے خاندان کو قدیم الایام سے حاکمانہ اقتدار حاصل تھا۔ اپنی محمد بن اشعثؓ
کے فرزند عبدالرحمنؓ نے خلیفہ عبدالملکؓ کے شہور گورنر حجاج بن یوسفؓ کو کئی شکستیں
دییں آخر دیر جا جمے معرکہ میں شکست کھا کر کابل کی طرف نکل گئے۔

مشہور مستشرق دے ٹرسے قبیلہ کندہ کو شاہی خاندان سمجھتا ہے۔
اسے جبیل، القدر یا پ کی بیٹی اسے عظیم سپہ سالار کی بہن اس قدر بڑے

خاندان کی نو نظر کے متعلق اس قدر موقیہ اتہام تراشی کو عقل باور نہیں کر سکتی کہ اس نے
سینکڑوں میل دور بیٹھے ہوئے خلیفہ کے چکے میں اگر اپنے خاوند کو زہر دیا ہو جو انتہائی
تحقیق، نیک سیرت، پاک طینت صلح کی مرجان مرج اور سلیم القلب شخصیت کا
حامل تھا پھر اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسنؑ آٹھ سو سال بلا تاغرا اپنے
بیٹائی کے ساتھ سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس وٹھن جاتے رہے وہاں سیدنا معاویہؓ کا
ہاتھ کس نے روک رکھا تھا کہ وہ چوروں کی طرح انہیں زہر دلاتے اور یہ بات بھی تو جہ
طلب ہے کہ سیدنا حسنؑ سے سیدنا معاویہؓ کو کیا خطرہ لاحق تھا۔ اگر بفرض محال وہ
زہر دلاتے بھی تو سیدنا حسینؑ کو دلاتے جن کے متعلق کہیں کہیں سے یہ آوازیں آج
بھی سنائی دے رہی ہیں کہ معاویہؓ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سیدنا معاویہؓ کے
بعد خلافت کا حق سیدنا حسینؑ کا ہوگا۔ سیدنا حسینؑ سے تو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ
اس مفروضہ شرط کی زدا میریزیدؑ کی ولیعهدی پر پڑتی تھی۔ اور جو شروع سے ہی
سیدنا حسنؑ کی دستبرداری کے مخالف تھے۔

تاریخ الخلفاء میں ہے کہ آپ چالیس دن بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۱ صفحہ ۳۲۲)
دوسری نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ذیابیطیس کا عارضہ تھا
آپ نے شہد کا شربت پیا اس سے تکلیف بڑھ گئی اور آپ کی موت واقع ہو گئی
حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا آپ کی
پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپ کمزور
تھے اور کمزور انسان نہ پائے تھے اور اس پر کثرت سے حرم کی زندگی کے دلدادہ
تھے جس کی وجہ سے آپ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سبیل کا عارضہ
لاحق ہو گیا تھا۔

زہر خورانی کے گوشت حرم علامہ متنا عداوی اپنی تحقیقی تالیف القصیدۃ الزہرا
میں لکھتے ہیں جب سیدنا حسنؑ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو سیاحوں
نے چاہا کہ حسنؑ کو قتل کر دیں اور سیدنا حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شام پر حملہ

کر دیں۔ انہوں نے اسی غرض سے سیدنا حسنؑ پر حملہ کیا مگر ناکام رہے حضرت حسنؑ نے
یہ بدنام کردہ نہایت ناراض تھا۔ سیدنا حسنؑ ان کے ہاتھ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔
اب انہوں نے عجیب غلاموں میں چند ہشیار غلاموں کو مدینہ بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچ کر
سیدنا حسنؑ کے ایک غلام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ چپکے سے زہر دیدے اور ایسا زہر
بہم پہنچایا جس سے قری موت واقع نہ ہوئی تھی بلکہ مہلک بیماری پیدا ہو کر موت واقع
ہوئی تھی۔ زہر کا خیال تو سیدنا حسنؑ نے حسب روایات ظاہر فرمایا۔ زہر اور لوگوں کا اس
طرح خیال نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ یا بنی ہاشم پر تہمت حدود جے کی خیانت نفس ہے
اگر انہوں نے زہر دلوں کو سیدنا حسینؑ کو دلوئے، یا بعد اللہ بن زہر کو دلوئے
جن کے متعلق انہیں وقتاً فوقتاً اطلاعیں ملتی رہتی تھیں کہ وہ کسی وقت بھی خروج کریں گے
کوئی بے دین، ملحد، ناصحابہ، کذاب مومنین نے اپنی خیانت نفس سے ان خلفائے
رسول پر بہتان باندھا ہے۔ حضرت معاویہؓ و بنی ہاشم دیکھ رہے تھے کہ فتنے مختلف
دروازوں سے جھانک رہے ہیں۔ صرف حضرت حسنؑ ہی کی وجہ سے کسی طرف سے
فتنہ اٹھنے کا امکان نہیں ہے۔ اگر حسنؑ اٹھ گئے تو فتنہ فروا اٹھ کھڑے ہوں گے
حضرت حسنؑ کی وفات کا دراصل سب سے زیادہ صدمہ کسی کو ہوا تو حضرت معاویہؓ اور
امیریزیدؑ کو ہی ہوا۔ بنی فتنہ پر دلوں کی راہ حضرت حسنؑ کی وجہ چھوٹی ان کے لئے بعد
فتنہ پر دلوں کی راہ کھل گئی۔ اگر اس تہمت تراشی کے بغیر چارہ کار نہ تھا تو عبد اللہؑ
بن زہر کو الزام دیتے (تحفہ القصیدۃ الزہرا صفحہ ۱)

امیریزیدؑ نے سیدنا حسنؑ کی موت پر حضرت عبد اللہؑ ابن عباسؑ کے ہاں جن لفظوں
میں عیادت کی تھی بقول ابن کثیر وہ نہایت نفع و منفعت تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

عزلاً بعبارة فضیلة وجیزة مشکوٰۃ علیہا ابن عباسؑ (البرایہ علیہ السلام)

۹۴ ہجری میں حضرت ابن عباسؑ امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں مقیم تھے۔ امیر معاویہؓ
نے سیدنا حسنؑ کی وفات کی خبر سن کر حضرت ابن عباسؑ سے تعزیت کی۔ پھر امیریزیدؑ
نے ان الفاظ میں تعزیت کی۔

خاندان کی تو نظر کے تعلق اس قدر بوقیاد اتہام تراشی کو قتل یا زہر نہیں کر سکتی کہ اس نے
سینکڑوں میں دور بیٹھے ہوئے خلیفہ کے چکے میں اگر اپنے خاوند کو زہر دیا ہو جو انتہائی
تحقیق، نیک سیرت، پاک طینت، صلح کل، مرجان مرج اور سلیم القلب شخصیت کا
حامل تھا پھر اس بات پر بھی غور کیا جاسکتا ہے کہ سیدنا حسنؑ آٹھ نو سال بلاناغہ اپنے
میںائی کے ساتھ سیدنا امیر معاویہؓ کے پاس و شوق جاتے رہے وہاں سیدنا معاویہؓ کا
ہاتھ کس نے روک رکھا تھا کہ وہ چوروں کی طرح انہیں زہر دلاتے اور یہ بات بھی تو
طلب ہے کہ سیدنا حسنؑ سے سیدنا معاویہؓ کو کیا خطرہ لاحق تھا۔ اگر بغرض محال وہ
زہر دلاتے بھی تو سیدنا حسینؑ کو دلاتے جن کے متعلق کہیں کہیں سے یہ آوازیں آج
بھی سنائی دے رہی ہیں کہ معاہدہ صلح کی ایک شرط یہ بھی تھی کہ سیدنا معاویہؓ کے
بعد خلافت کا حق سیدنا حسینؑ کا ہوگا۔ سیدنا حسینؑ سے تو یہ خطرہ ہو سکتا تھا کہ
اس مفروضہ شرط کی زحام میریزیدؑ کی ولیعهدی پر پڑتی تھی۔ اور جو شروع سے ہی
سیدنا حسنؑ کی دستبرداری کے مخالف تھے۔

تاریخ الخمیس میں ہے کہ آپ چالیس دن بیمار رہ کر فوت ہوئے (جلد ۱ صفحہ ۳۲۱)
دوسری نے مدت علالت دو ماہ بیان کی ہے وہ لکھتا ہے کہ ذیابیطیس کا عارضہ تھا
آپ نے شہد کا شربت پیا اس سے تکلیف بڑھ گئی اور آپ کی موت واقع ہو گئی
حقیقت یہ ہے کہ سیدنا حسنؑ کو اپنی ماں کا دودھ پینے کا موقع نہ ملا تھا آپ کی
پرورش دوسرے دودھ پر ہوئی تھی اس لئے صحت کے لحاظ سے آپ کمزور
تھے اور کمزور، لاشو و نما نہ پاسکے تھے اور اس پر کثرت سے حرم کی زندگی کے دلدادہ
تھے جس کی وجہ سے آپ کو بعض روایات کے مطابق آخری ایام میں سبیل کا عارضہ
لاحق ہو گیا تھا۔

زہر خورانی کے گوشت و زہر علامہ متناعمادی اپنی تحقیقی تالیف القصدۃ الزہرا
میں لکھتے ہیں جب سیدنا حسنؑ نے سیدنا معاویہؓ کے ہاتھ پر بیعت کر لی تو سیاحوں
نے چاہا کہ حسنؑ کو قتل کر دیں اور سیدنا حسینؑ کے ہاتھ پر بیعت کر کے شام پر حملہ

کر دیں۔ انہوں نے اسی غرض سے سیدنا حسنؑ پر حملہ کیا کہ ان کا کام رہے حضرت حسنؑ سے
یہ بدنامہ کردہ نہایت ناراض قرار سیدنا حسنؑ ان کے ہاتھ سے نکل کر مدینہ پہنچ گئے۔
اب انہوں نے عجیب غلاموں میں چند ہشیار غلاموں کو مدینہ بھیجا جنہوں نے مدینہ پہنچ کر
سیدنا حسنؑ کے ایک غلام کو اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ جبکے سے زہر دیدے اور ایسا زہر
بہم پہنچایا جس سے فوری موت واقع نہ ہوئی تھی بلکہ مہلک بیماری پیدا ہو کر موت واقع
ہوئی تھی۔ زہر کا خیال تو سیدنا حسنؑ نے سیدنا روایات ظاہر فرمایا۔ زہر اور لوگوں کا اس
طرح خیال نہیں کیا تھا۔ حضرت معاویہؓ یا یزیدؑ پر تعہت حدودیہ کی خیانت نفس ہے
اگر انہوں نے زہر دلا تو سیدنا حسینؑ کو دلائے، یا بعد اللہ بن زبیرؓ کو دلائے
جن کے متعلق انہیں وقتاً فوقتاً اطلاعیں ملتی رہتی تھیں کہ وہ کسی وقت بھی خروج کریں گے
کوئی بے دین، ملحد، ناخدا ترس، کذاب موضوعین نے اپنی خیانت نفس سے ان خلفائے
رسول پر بہتان باندھا ہے۔ حضرت معاویہؓ یا یزیدؑ دیکھ رہے تھے کہ فتنے مختلف
درازاؤں سے جھانک رہے ہیں۔ صرف حضرت حسنؑ ہی کی وجہ سے کسی طرف سے
فتنہ اٹھنے کا امکان نہیں ہے۔ اگر حسنؑ اٹھ گئے تو فتنہ ضرور اٹھ کھڑے ہوں گے
حضرت حسنؑ کی وفات کا دراصل سب سے زیادہ صدمہ کسی کو ہوا تو حضرت معاویہؓ اور
امیر یزیدؑ کو ہی ہوا۔ جن فتنہ پردازوں کی راہ حضرت حسنؑ کی دیکھ چکی تھی ان کے لئے بعد
فتنہ پردازوں کی راہ کھل گئی۔ اگر اس تہمت تراشی کے بغیر چارہ کار نہ تھا تو عبد اللہؓ
بن زبیرؓ کو الزام دیتے (تخیر القصدۃ الزہرا صفحہ ۱۱)

امیر یزیدؑ نے سیدنا حسنؑ کی موت پر حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کے ہاں جن لفظوں
میں عیادت کی تھی بقول ابن کثیر وہ نہایت قلیع و مختصر تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:-

عزلاً لبعاد فضیلة وجیزۃ شکرت علیہا ابن عباس (البراہین ص ۱۱۱)

۹۴ ہجری میں حضرت ابن عباسؓ امیر معاویہؓ کے پاس دمشق میں مقیم تھے۔ امیر معاویہؓ
نے سیدنا حسنؑ کی وفات کی خبر سن کر حضرت ابن عباسؓ سے تعزیت کی۔ پھر امیر یزیدؑ
نے ان الفاظ میں تعزیت کی۔

رحمہ اللہ ابی محمد اوسح لہ الرحمة و اضعھا و اعظمہ اللہ اجرک
و احسن عزاک و عودک من مصابک ما هو خیر لک ثوابا و خیر و ابقی
(البدایہ جلد ۳)

حضرت ابن عباس نے یہ کلمات سنکر امیر یزید کا شکر ادا کیا۔ اور امیر یزید
کی نیابت پر استعجاب کا اظہار کیا۔ سیدنا حسن کی وفات پر امیر یزید کے ان کلمات
سے دلی رنج اور صدمے کا اظہار ہوتا ہے اگر سیدنا معاویہ یا امیر یزید نے سیدنا
حسن کو زہر دلوایا تھا تو وہ کونسی جمہوری تھی جو سیدنا ابن عباس کے سامنے امیر یزید
کے منہ سے ایسے کلمات کھلا رہی تھی۔

سیدنا حسن کی تدفین
گوئیں کہ کرتا تھا کہ جھوٹ بولو بار بار بولو الفاظ
بدل بدل کر بولو۔ اور آخر ایسا وقت آکر رہے گا کہ وہ
جھوٹ ایک حقیقت کے تسلیم کیا جائے گا۔ اور اگر وہ بطور سچ کے تسلیم دیکھا گیا تب
بھی لوگوں کے دلوں میں شک ضرور پیدا ہو جائے گا۔

امہات المؤمنین اور صحابہ کرام کے خلاف ہی ٹیکنیک چودہ سو سال سے دوہرائی
جاری ہے اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اچھے خالص مدعیان اسلام کا ایک کثیر گروہ دشمنان
اسلام کے اس لغو، بے ہودہ اور خرافاتی پردہ پگندہ سے متاثر ہو کر اپنی تالیفات
کو اسی خرافاتی دیوالیائی داستانوں سے ملوث کئے جا رہے ہیں اور بزم خویش اس
بات کا مدعی ہے کہ ہم یورپ ہیں، محقق ہیں، شیخ الحدیث ہیں، شیخ القرآن ہیں
غرضیکہ کیا کچھ ہیں۔ اسی قسم کے خرافات سے تیار شدہ داستان سیدنا حسن کی تدفین کے
متعلق بھی دوہرائی جا رہی ہے۔ اور سب بڑھ کر ظلم یہ کہ نودۃ المصنفین، اعظم گروہ جیسے
مقام سے جو کچھ اس قسم کی خرافاتی داستانوں کی صورت میں پیش کیا گیا۔ وہ ضرورتاً
سبائیت کی ترجمانی بلکہ حق و کمال کے فرائض کی ادائیگی کی صورت میں سم قاتل بن کر
پورے اناس ملت کو سموم کرنے کا موجب بن رہا ہے۔ کارشک ان اصحاب کی نفوذ سے
لے تاریخ اسلام احمد اول مولانا دین احمد کا شمار ۳۸۹/۳۸۸ دیکھئے جن کا دیباچہ سید سلیمان ندوی نے
کلیا ہے۔

کنز العمال جلد ۲۸ کی یہ روایت گزری ہوئی۔

”صدیق کائنات نے حضور صادق و صدوق خاتم النبیین
سے آنحضرت کی زندگی میں حضور کے ساتھ دفن ہونے کی اجازت
مانگی۔ مگر آنحضرت نے فرمایا۔“

انی بذاک من موضح ما فیہ الاموضع قبری دقیر ابی بکر
و عیسیٰ بن مریر۔

”میرے پاس کسی اور کے دفن ہونے کی گنجائش ہی کہاں۔ یہاں تو
صرف میرے مزار اور ابوبکر، عمر اور عیسیٰ بن مریم کی قبروں کی جگہ کے سوا
اور کسی کی قبر کی جگہ ہی نہیں۔“

اس روایت سے سیدنا حسن کی تدفین کے متعلق وضعی روایات کے علاوہ یہ
امر بھی پایہ ثبوت تک پہنچ گیا کہ حضرات شیخین کی تدفین حجرہ سیدہ صدیقہ کائنات
میں بحکم الہی ہوئی۔ اور یہ بات بھی قابل غور ہے کہ سیدنا حسن کی وفات سے
تقریباً چالیس سال پہلے سیدہ فاطمہ کا انتقال ہوا تھا۔ اس وقت سیدنا علی رضی
سیدنا عباس کے علاوہ ہزاروں صحابی دندہ موجود تھے مگر حضرت سیدہ کو روحم
نبوی میں دفن کرنے کی کسی طرٹ سے آواز پیدا نہ ہوئی۔ علاوہ جن وضعی روایات کے
خالقین نے یہ افسانہ تراشا ہے کہ سیدنا حسن کو امویوں نے دو دفنوں میں دفن نہ
ہونے دیا۔۔۔ سیدہ فاطمہ کے انتقال کے وقت ان امویوں کو کوئی اختیار و اقتدار
حاصل نہ تھا۔

سب سے اہم ترین بات یہ کہ جس حجرہ کو حضرت صادق و صدوق کے مزار اور
حضرت شیخین کی قبروں کی وجہ سے رشک فر دوس بریں اور ہم بدعش بریں ہونے
کا شرف حاصل ہوا وہ سیدہ صدیقہ کائنات کا حجرہ تھا۔ آنحضرت نے اپنی ازدواج
مطہرات کو الگ الگ حجرات مرحمت فرمائے تھے۔ اور گویا امہات المؤمنین میں سے
جو حجرہ مقدس نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی جس زوجہ مطہرہ کو مرحمت ہوا تھا وہ انکی ملکیت تھا۔

سیدہ صدیقہ کا نشانہ حضرت شیخین کی تدفین حضرت صدیقہ کی اجازت سے علی بن
آبی سنی۔ اگر وہ توجہ اور غور سے دیکھا جائے تو سیدہ صدیقہ کا نشانہ حضرت شیخین
کے لئے اپنے تجرہ میں دفن کرنے کی اگر اجازت دی تھی تو آپ کے سامنے حضور صادق
و مصدوق کا وہ ارشاد تھا جو بحوالہ کثیر الاعمال بیان کیا گیا۔ اگر حضرت کا یہ ارشاد آپ
کے پیش نظر ہوتا تو آپ اپنے تجرہ میں دفن ہونے کی اپنے متعلق وصیت فرما سکتی تھیں
الحمد سے بے کرداناس تک اور مؤطا امام مالک سے بے کر ابن ماجہ تک کہیں سے
کوئی ایک نظیر اس قسم کی سامنے لا کر دکھائیے کہ سوتیلی نانی کی ملکیت جائیداد یا وراثت
کے متعلق کسی سوتیلی نواسے کو حضرت کا حق یا اس کے متعلق وصیت کرنے کا حق
حاصل ہوا ہو۔ شاید مدوہ والوں کو کہیں نظر آیا ہو تو فراموش نہ ہو کہ عالم اسلام
میں اور کسی کو نظر نہیں آسکا۔ تو سیدنا حسن کی ذات کی طرف اس قسم کے کلمات
منسوب کرنا کہ مرنے کے بعد مجھے روختہ رسول میں دفن کرنا۔ صریحاً سیدنا
حسن کی ذات اقدس پر بہتان ہے۔ بلکہ اس قسم کی ضمنی روایات کے خالق مدح
کی آڑ میں سیدنا حسن کے ذمہ کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ کہ وہ دینی امور سے اس قدر
بے خبر تھے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ملا باقر مجلسی کے اس فیصلہ کن قول کے بعد اس قسم کی واپسی
خرافات کو تروانڈ اور خائفہ بننے والے کسی کو روختہ نبوی میں دفن نہ ہونے دیا۔ کو صرف
نظر انداز ہی نہ کیا جاتا بلکہ ایسے افتر پرداز کو علی الاعلان کذاب، ملعون اور مردود
قرار دیا جاتا۔ مگر آج تک اسی کذاب کے کذب کو نص سمجھ کر ہر لکھنوی دہلوتا
چلا جا رہا ہے۔

ملا باقر مجلسی لکھتا ہے:- کلینی نے سید معتبر امام محمد باقر سے روایت
کی ہے کہ جب وقت احتضار امام حسنؑ ہوا امام حسینؑ کو بلایا
اور کہا اے برادر گرامی! میں تم کو چند وصیتیں کرتا ہوں
تم میری وصیتوں کی حفاظت کرنا۔ جب میں دنیا سے

رحلت کروں مجھے غسل دینا اور میرے تانا رسول کے پاس لے
جانا کہ ان کی زیارت کروں اور اپنا عہد ان سے تازہ کروں۔
اور اس کے بعد مجھ کو میری مادر فاطمہ کے پاس لے جانا
بعد ازاں مجھے قبرستان بقیع میں لے جا کر دفن کرنا۔

(ازدہ ترجمہ جلد اول بیرون جلد اول صفحہ ۱۰۱)

قول فیصل

مشہور شیعہ مترجم قرآن مقبول احمد سورہ لیلہ کی آیت نمبر ۵۵ کے
کلمات مِنْهَا خَلَقْنَاكُمْ کے تحت حاشیہ میں لکھا ہے:-

کافی میں ہے کہ جناب امام جعفر صادق سے منقول ہے کہ نطفہ جب
رحم میں پہنچ جاتا ہے تو خدا نے تعالیٰ ایک فرشتے کو بھیج دیتا ہے
کہ وہ اس مٹی میں سے جس میں یہ شخص دفن ہونے والا ہے بقول
سی سنی لے آئے۔ چنانچہ وہ فرشتہ لاکر مٹی میں ملا دیتا ہے اور
اس شخص کا دل ہیشہ اسی مٹی کی طرف مائل ہوتا رہتا ہے جب
تک کہ اس میں دفن نہ ہو جائے۔

اس مقام پر اس خرافاتی مخلوق کی ذہنیوں پر ماتم کرنے کو بھی چاہتا ہے
جو ایک طرف تو اس بات کے مدعی ہیں کہ آئمہ رب العوج والقلم تھے۔ آئمہ ماکان
و ماکون کے علوم کے حامل تھے۔ پھر ان کے ایسے فرد خدا نام کے متعلق کیا کہا جاتا
سکتا ہے جو سب کچھ جاننے کے باوجود کہ میرا تمہیں کس مقام کی مٹی کا ہے پھر بھی
مرنے وقت یہ وصیت کرتا ہے کہ مجھے سوتیلی نانی کے ملوکہ تجرد میں دفن کرنا۔
جس سوتیلی نانی کی وراثت کا وہ نانی کے مرنے کے بعد بھی حصہ دار نہیں سمجھتا۔
چہ جائیکہ نانی ابھی زندہ موجود ہو۔

حقیقت یہ ہے حسن اسلام سیدنا حسنؑ وفات کے وقت اس قسم کی کوئی
وصیت نہیں فرمائی کہ مجھے تجرد سیدہ کا نشانہ میں دفن کرنا اور بقول ملا باقر مجلسی
حبت البقیع میں دفن کرنے کی وصیت کا تلفظ کرنے کی ضرورت۔ کہیں نہ کسی چوڑا

یہ ایک معلوم حقیقت تھی کہ تمام صحابہ کرام جنت البقیع میں دفن ہوتے تھے۔ ہاں اگر آپ ایسی کوئی وصیت فرماتے تو وہ یہ ہوتی کہ مجھے اپنی والدہ سیدہ فاطمہ کی قبر کے پاس دفن کرنا مگر آپ نے اس قسم کی وصیت شاید اس لئے نہ کی سیدہ فاطمہ کی قبر کے متعلق کسی کو کچھ بھی معلوم نہ تھا۔

چنانچہ صحیح بخاری پارہ ۷، کتاب المغازی باب جنگ خیبر میں سیدہ صدیقہ کا کلمات حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ جب فاطمہ کا انتقال ہو گیا تو ان کے شوہر علیؓ نے بوقت شب (ان کو) دفن کر دیا اور کسی کو خبر نہ کی اور خود ہی ان کے جنازہ کی نماز پڑھائی۔

نٹ: سیدہ فاطمہ کی وفات ایک جمعہ ہے۔ مگر تاریخ معلوم نہیں۔ اسی رات کو جناب امیرؓ نے جناب فاطمہ کو دفن کر دیا اور جناب امیرؓ نے گور قبر جناب فاطمہ سات قبریں اور بنائیں اس لئے کہ کوئی نہ جانتے کہ قبر جناب فاطمہ کونسی ہے اور بروایت دیگر چالیس قبروں پر پانی چھڑکا اس لئے کہ قبر جناب فاطمہ مشتبہ ہو جائے اور بروایت دیگر قبر جناب فاطمہ کو زمین کے ہوا کر دیا کہ علامت قبر معلوم نہ ہو اور یہ اس لئے تھا کہ منافقین واستغیالے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں (اردو جلد ۱ ص ۲۷۵) ملا باقر کی یہ کہ منافقین واستغیالے امت قبر آنحضرتؐ کو نہ جان سکیں اپنے اندر کتنی حیأت سموئے ہوئے ہے حالانکہ سیدہ فاطمہ کی وجہ سے بموجب روایت امام بخاریؒ حضرت علیؓ کی بہت آبرو تھی سیدہ فاطمہ کو راتوں رات دفن کرنے کے متعلق خلیفہ منصور عباسی نے محمد ادرق کے خط کے جواب میں ذکر کیا گیا ہے خط و کتابت تمام موضوعین نے تبلیغ کی ہے جو تمام کی تمام نسلی تعلیموں اور نسلی تہذیب کا پلندہ ہے۔ منصور عباسی کے خط کے بعض فقرات میں کہیں کہیں معمولی سا اختلاف ہے چنانچہ منصور عباسی لکھتا ہے علیؓ نے خلافت کے لئے ہر پہلو اور ہر طرح کوشش کی اور تاکہ کو بھی اس کے لئے یا ہر نکالا پھر جب وہ بیمار ہو گئے تو ان کی بیماری کی اطلاع بھی نہ کی اور خفیہ طور سے رات کو دفن کر دیا۔

تاریخ ابن خلدون کے حصہ سوم کے حاشیہ ص ۲۵ پر جو تاریخ کامل ابن اثیرؒ نے الفاظ ہیں "بہرہ پردہ فاطمہ کو کیا گیا اور رات کے وقت ان کو دفن کر دیا (بہرہ علی مرتبہ محمد رسول اللہ ص ۵۸)"

فضائل مناقب

فضل کمال انبی اکرم کی وفات کے وقت آپ کی عمر حبیباً گزشتہ صفحات میں بیان ہو چکا ہے ۳۰-۳۱ سال تھی۔ آپ صحابہ کرام کی نظروں میں نبی علیہ السلام کے محبوب نواسے تھے۔ جس طرف آپ کا گزرتا ہوگا صحابہ کرامؓ آپ کے راستے میں آنکھیں بچھا دیتے ہوں گے۔ گھر پر سیدنا علیؓ حبیباً مجمع العلم باب، مسجد جوئی میں اکابر صحابہؓ کی تربیت، راستوں اور شاہراہوں میں محبت و خلوص کے مظاہرے۔ ان سب نے مل کر آپ کی تعلیم و تربیت پر کافی گہرے نقش ثبت کئے تھے۔ سیدہ فاطمہؓ اور سیدنا علیؓ کے گھر میں مناقبات نے بچپن میں ہی آپ کے ذہن میں اچھائی، برائی کے سوچنے سمجھنے کا مادہ پیدا کر دیا تھا۔ خطابت میں آپ کو کوئی امتیازی کمال حاصل نہ تھا البتہ طبیعت کی مناسبت سے آپ کے خطبات میں مناسبت، سنجیدگی اور پند و مواظبت کے جواہر رہیں۔ بکثرت ہوتے تھے۔ شاعری سے بھی ذوق تھا۔ چنانچہ کتاب الحمد میں ابن رشید نے آپ کا ایک شعر نقل کیا ہے۔

فضائل اخلاق: آپ کی تمام زندگی نبی علیہ السلام کے حسن اخلاق کی مجسم تصویر کی صورت میں گزری۔

استغناء: آپ کے استغناء کا اس سے بڑھ کر کیا ہوتا ہو سکتا ہے کہ آپ نے خلافت جیسے عظیم القدر منصب کو جس کے لئے سیدنا علیؓ جیسے عظیم انسان نے ہزاروں مسلمانوں کا خون بہاتے سے دریغ نہ کی، بڑیک جنبش یا ٹھکرا دیا۔

حسب: صبر و عمل اور حلم و بردباری میں آپ کے مشیل تاریخی دنیا میں بہت کم نظر آتے ہیں۔ آپ کی زبان کبھی کسی تلخ یا دلشت کلمہ سے آلودہ نہ ہوئی۔ اگر کسی وقت کسی ناگوار امر سے غصہ ناگزیر ہو جاتا تو صرف اس قدر زبان سے نکلتا "اغف اغف" یعنی اس کو ناک خاک آلودہ ہو (یعنی جلد ص ۲۶۹)

خلافت سے دستبرداری کے بعد سیدنا علیؑ کے تربیت یافتہ مادر پدر آزاد و غیرت
بدنہاد، بکر دار بچیوں نے آپ کو روبرو مدلل المؤمنین کہا، شاک مسلین کہا، آپ
کو قہمی کیا۔ آپ کے نیچے سے جاتے نماز پھینکی آپ کو کھینچ کر گھوڑے سے اتار
لیا۔ آپ کو گرفتار کر کے سیدنا معاویہؓ کے پاس بھیجنے کی تمکینیں سوچیں مگر حلم و وقار
کے اس کو پیکر محسن اسلام کی زبان سے اگر کسی وقت کوئی لفظ نکلا تو صدمہ
اس قدر کہ میں نے مسلمانوں کو ذلیل نہیں کیا، البتہ حکومت کے لئے ان کی خوشخبری
پسند نہیں کی۔

عبادت: اللہ تعالیٰ کی عبادت تمام عمر آپ کا محبوبہ نشہ قرار رہا۔ ابن عساکر کی
روایت ہے کہ فجر کی نماز کے بعد طلوع آفتاب تک آپ بھلے پر رہتے پھر شکیب
لگا کر بیٹھ جاتے اور شش آذان زیارت کو باریابی کی اجازت، محنت فرماتے چاشت کی
نماز اور نماز امہات المعربات کی زیارت کے لئے تشریف لے جاتے اور پھر گھر سے
ہو کر مسجد میں تشریف لے جاتے (جلد ۲) سواری کی موجودگی میں سفر حج پیدل کرتے
اکثر فرماتے۔ مجھے شرم آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہونے کے لئے سواری ہو کر
جاؤں (تہذیب الامار جلد ۱ ص ۱۵۱)

قیاضی و سریشمی: اشارہ قیاضی آل ہاشم کا ایک خصوصی وصف تھا۔ اور یہ وصف
اللہ تعالیٰ کی طرف آپ کو وافر مقدار میں ودیعت ہوا تھا۔

اپنی دولت دریاوی سے اللہ کی راہ میں صرف کرتے تھے۔ زندگی میں کہیں کوئی سائل
آپ کے دروازہ سے محروم نہ گیا۔ عربی میں بار اپنے مال کا آدھا آدھا اللہ کی راہ
میں تقسیم کیا (اسد الغابہ جلد ۱ ص ۱۸) ابن عساکر کا کہنا ہے کہ ایک بار سیدنا علیؑ کا ایک
دشمن زاد راہ اور سواری کا محتاج ہو کر اپنی مدینہ کے سامنے سائل بن کر بیٹھا کسی نے
کہا سن کے پاس جاؤ سائل یہ بات جانتے کے باوجود کہ حسنؓ اسی علیؑ کا بیٹا ہے
جس کی مخالفت میں، میں جو کچھ کرتا رہوں وہ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ مگر وہ
سیدنا حسنؓ کے کردار سے بخوبی واقف تھا۔ آپ کی حرمت میں حاضر ہوا۔

آپ نے دونوں چیزوں کا انتظام کر دیا۔ کسی نے پوچھا آپ نے اپنے والد کے دشمن
سے برسلوک کیا؟ فرمایا کیا میں اپنی آبرورہ بچاؤں (جلد ۲ ص ۱۵۲)
یہاں تک حاجت مندوں کی حاجت برکری کے لئے ایک بار اعتکاف کے
مقام سے اٹھ کر ایک حاجتمند کی حاجت برکری کے لئے باہر آگئے اور
فرمایا میرے نزدیک کسی ضرورت مندر کی ضرورت پوری کرنا ایک مہینے کے
اعتکاف سے بہتر ہے (ابن عساکر جلد ۲ ص ۱۵۳)

اصلاح عقائد: سیدنا ذوالنورینؑ کے فائول نے جب سیدنا علیؑ کو
خلیفہ منتخب کیا اور اجل صحابہ کرامؓ کی اکثریت نے
گوشت نشینی اختیار کر لی تو سیدنا علیؑ کی شخصیت کو ادبیا کر کے دکھانے
کے لئے قاتلین سیدنا ذوالنورینؑ نے سیدنا علیؑ کے متعلق روایات
گھڑنا شروع کیں۔ سیدنا حسنؓ کے زمانہ تک ان وضعی روایات کا ایک
انبار تیار ہو چکا تھا۔ اسی ذخیرہ خرافات کا ایک حصہ کہ علیؑ نے عام
انسانوں کی طرح وفات نہیں پائی اور وہ قیام قیامت سے پہلے ظاہر
ہو جائیں گے۔ کے متعلق جب سیدنا حسنؓ کو علم ہوا تو فرمایا یہ
لوگ کذاب ہیں۔ اگر ہم کو اس بات کا علم ہوتا کہ علیؑ غفریب ظاہر
ہوں گے تو ہم ان کی میراث تقسیم ہونے دیتے نہ ان کی بیوگان کا عقد ثانی
ہونے دیتے۔ (طبقات ابن سعد جلد ۱ ص ۱۵۴)

آیت مہابہ کے متعلق

غلط فہمی، تسامح یا ذہول کی بنا پر غلط بیانیوں پر تحقیقی نظر

گذشتہ صفحات میں بدلائل و شواہد ثابت کیا جا چکا ہے کہ حضور خاتم المعصومین کی وفات کے وقت حضرات حسنین کی عمریں بالترتیب تین چار اور دو تین سال کے درمیان تھیں۔

سورۃ آل عمران کا زمانہ نزول ۳ ہجری ہے۔ غزوہ احد ۲ ہجری میں ہوا اور اسی زمانہ میں یہود و نصاریٰ کی ریشہ دوانیاں بھی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف پورے عروج پر نظر آتی ہیں سورۃ آل عمران میں غزوہ احد کے ذکر کے ساتھ ساتھ انہی فقہ انگیز اہل کتاب سے بار بار سخت خطاب ہے۔ بلکہ حضور خاتم المعصومین کو فرمایا جاتا ہے کہ لا زول سے دلی تعلقات منقطع کر دیجئے۔

اسی زمانہ میں سے ایک عیسائی وفد عبدالرحمن نامی ایک راہب یا پادری کی قیادت میں حضور خاتم المعصومین کی خدمت میں حاضر ہوا۔ عبدالرحمن ایک عالم آدمی تھا۔ اور جس نے حضور خاتم المعصومین سے مناظرانہ رنگ میں گفتگو شروع کی مگر یہ بات اللہ تعالیٰ کی مشیت کے خلاف ہے کہ کسی پیغمبر کا ذکر مستقبل میں بطور مناظرہ کو کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ ایک پیغمبر کو ایسا طریقی اختیار کرنے کی طرف رہنمائی کرتا ہے جو فریق مقابل کو تشدد، جبران اور مہووت کرنے والا ہو۔

سنت قرآن اللہ تعالیٰ کی اس مشیت پر سیدنا ابراہیمؑ کا واقعہ پیش کرتا ہے جب کافرانہ یہ نعتی کی کریم بھی تڑکھتا ہوں اور مارکتا ہوں تو حضرت ابراہیمؑ نے زندگی اور موت پر مناظرانہ رنگ میں فلسفہ پیش کرنے کے بجائے ایک دوسرا رخ اختیار کرتے ہوئے فرمایا میرا رب مشرق سے سورج نکلتا ہے تو اُسے مغرب سے نکال کر دکھاؤ گا فریسنگر مہووت رہ گیا۔

سورۃ آل عمران کی آیت نمبر ۶ سے یہی صورت سامنے آتی ہے جسے آیت مہابہ کہا جاتا ہے۔ کَسَنَ حَاجَتَهُ لَعَنَتُ اللہَ عَلَی الْکَافِرِیْنَ

ترجمہ:- پھر اگر یہ لوگ عیبی کے بارے میں تم سے جھگڑا کریں اور تم کو حقیقت حال تو معلوم ہو بھی چکی ہے تو ان سے کہنا کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو بلاؤ۔ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ۔ اور ہم خود بھی آئیں تم خود بھی آؤ پھر دونوں فریق (اللہ تعالیٰ سے) دعا دے کہ ان کو توبہ کریں اور توبہ کرنے پر اللہ کی لعنت کریں۔

عیسائی وفد کو یہ ایک عجیب تھا کہ تم اپنے بیٹوں، اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلاؤ پھر تم بھی اپنے بیٹوں اپنی عورتوں اور اپنے مردوں کو بلاؤ اور تمہارے بیٹوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور میں لعنت کے لئے التجا کریں اس مقام پر چند صورتیں قابل توجہ ہیں۔

۱۔ کیا عیسائی وفد کے ہمراہ ان کے لئے اور ان کی عورتیں تھیں۔ کہ آیت مذکورہ میں بیٹوں اور عورتوں کو مقام مہابہ پر حاضر کرنے کا حکم دیا جاتا ہے۔ یا انہیں اپنے گھروں سے طلب کرنا مقصود تھا۔

۲۔ کیا وہ گھر سے نکلے ہوئے اپنے تمام زیر کفالت کنبہ کو لے کر چلے گئے۔ یہاں جواب یقیناً نفی میں ہوگا۔ آپ حدیث کا تمام کتاب میں کھنگالیئے تو تاریخ و اسیر کے تمام کونے کھدے تلاش کر لیتے آپ کو کہیں نظر نہیں آئے گا کہ عیسائیوں کے ساتھ لڑکے یا عورتیں موجود تھیں۔

پھر یہ کیا تک بازی ہے کہ عیسائی وفد شرائط مہابہ پوری کرنے کی حیثیت میں ہی نہیں اور حضور خاتم المعصومینؑ فرما سیدنا علیؑ سیدہ فاطمہؑ اور حضرات حسنینؑ (جن کا وجود ہی ابھی منصفہ شہود پر نہیں آیا تھا) کو طلب فرمانے کا حکم فرما دیتے ہیں کیا ایسا کہنے والوں کو اپنی اس

حواس باخشی کا علم نہ ہو سکا کہ حضور خاتم المعصومین کی ذات اقدس کے متعلق ہم کیا کہہ رہے ہیں۔ گویا فریق مقدّمہ ابھی تو اس بات کے لئے اظہارِ آمادگی ہی نہیں کرتا اور نہ ہی وہ شرائط مباحلہ پوری کرنے کی حیثیت میں ہے مگر حضور صادق و مہدوق کیل کا تئسے سے لیں ہو کہ میدانِ مباحلہ میں پہنچ جاتے ہیں۔ ناوک تے تیرے صید نہ چھوڑا زمانہ ہیں۔ یا العجب سر حضرت سیدنا کی نسبت حضور خاتم المعصومین کے دوسرے تو اسے تو اسباب یعنی سیدہ زینبؓ کی اولاد یعنی سیدنا علی بن سیدنا ابی العباس جو فتح مکہ کے روز آنحضرت کے روایت تھے، اور سیدہ امامہ جعفرین آنحضرتؐ نے محبوب ترین اولاد فرمایا تھا (۱) اور نماز کے وقت انہیں کندھوں پر بٹھا لیا کرتے تھے انہیں طلب نہیں فرماتے نیز سیدہ رقیۃ الزہراءؓ کے بیٹے سیدنا عجل اللہ جو سیدہ امامہ سے بھی عمر میں بڑے تھے۔ مگر انہیں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم طلب نہیں فرماتے۔ صرف حضرت حسنینؑ کو طلب فرماتے ہیں اس روایت کے کذب پر واضح دلیل ہے۔ اگر ہم یہ بھی تسلیم کر لیں کہ مباحلہ کا واقعہ ۸ ہجری سے تعلق رکھتا ہے تو اس وقت سیدنا حسنؑ ابھی عالم شیر خوارگی میں تھے۔ اور سیدنا حسینؑ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ معلوم ہوتا ہے شرفِ مباحلہ کا تاج الہی کے سروں پر رکھنے کے لئے ان کے سنین ولادت کو مقدم کر کے دکھانے کی کوششیں کی گئی ہیں مگر اس روایت کا حواس باختمہ خالق پھر بھی پٹری سے اتر گیا ہے یعنی سیدہ ام کلثومؓ جو سیدہ فاطمہؓ کی سب سے بڑی اولاد تھی اور سیدہ زینبؓ نہت سیدہ فاطمہؓ کو بھی نظر انداز کر گیا۔ شاید اس لئے کہ سیدہ ام کلثومؓ کو سیدہ فاروق اعظمؓ کی زوجیت کا شرف حاصل تھا اور سیدہ زینبؓ واقعہ کربلا کے بعد اپنے سوتیلے داماد چھبر زیدؓ کے پاس

و مشفق میں مقیم ہو گئی تھیں۔ بلکہ بعض کا خیال ہے کہ سیدہ ام کلثومؓ یعنی امیر یزیدؓ کی بیوی سیدہ زینبؓ کی سوتیلی بیٹی نہ تھیں بلکہ حقیقی بیٹی تھیں۔ ہم۔ آیت مباحلہ میں تمام صیغے جمع کے ہیں، ابناء نا۔ نساء نا۔ انفس نا۔ مگر اس منسوب الی الرسول قول سے یہ ظاہر کیا جاتا ہے کہ حضور م خاتم المعصومین نے صرف علیؑ، فاطمہؓ اور حسینؑ کو بلائے کا حکم دیا تھا یا بکریا تھا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ابناء نا مگر حضور خاتم المعصومین سیدنا علی بن سیدنا ابی العباس اور سیدنا عبد اللہ بن سیدنا ذوالنورینؑ کو نظر انداز کر کے صرف حسنینؑ کو بلائے ہیں۔ کتنی ستم ظریفی ہے کہ کسی مجہول کذاب داستان گو کے کذب کو کس سادگی سے مسلمانوں کے مذہبی لٹریچر میں دوہرایا جا رہا ہے اور یہ خیال نہیں کیا جاتا کہ اس کذب کا لٹا نہ کس عظیم ذات کو نبایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نساء نا فرماتا ہے مگر ہمارے "معروف معنوں" میں مولانا اس کذاب داستان گو کے طالع النعل بالنعل صرف سیدہ فاطمہؓ کا نام لکھتے ہوئے یہ محلول جاتے ہیں کہ ہم غیر شعوری طور پر کس طرح حضور خاتم المعصومین کی ذات اقدس پر حملہ آور ہونے کے جرم کا ارتکاب کر رہے ہیں۔ گویا نساء نا میں نہ تو امہات المؤمنین شامل ہیں اور نہ سیدہ زینبؓ اور سیدہ ام کلثومؓ اور اگر واقعہ مباحلہ کو ۸ ہجری کا واقعہ تسلیم نہ کیا جائے اور ۸۔ ۹ ہجری ہی تسلیم کیا جائے اور سیدہ زینبؓ کا وفات کو تسلیم کیا جائے تب بھی سیدہ ام کلثومؓ ابھی زندہ تھیں۔ ۵۔ یہ صورت واقعہ کا ایک رخ تھا۔ اصل صورت یہ ہے کہ اگر عیسائی وفد مباحلہ کے لئے آمادہ ہو جاتا تو حضور خاتم المعصومین ایسے اہم موقع پر اپنی روحانی ذریت یعنی تمام صحابہ کرامؓ کو اور خصوصی طور پر ان اصحاب

کو جنہیں وقتاً فوقتاً آپ متناہل البیت فرماتے رہے اور تمام امہات المؤمنین کو طلب فرمانے کا حکم صادر فرماتے۔ ان سب میں سیدنا علیؑ اور سیدہ فاطمہؑ کے علاوہ سیدہ زینبؑ، سیدہ ام کلثومؑ اور ان کی اولاد بھی ہوتی۔ مسگر عیسائی وفد کے سامنے جو نبی حضور خاتم المعصومینؑ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی بقول ابن ہشام عیسائیوں نے ایک رات کی مہلت طلب کی اور دوسرے دن انہوں نے حضور خاتم المعصومینؑ کی فرمودہ شرائط کے مطابق صلح کر لی۔ اس بات کو سب تسلیم کرتے ہیں کہ مہلہ سرے سے ہوا ہی نہیں جی آیت مہلہ کا نزول ہوتا ہے۔ عیسائی وفد کے ارکان سنتے ہیں اور ایک شب کی مہلت طلب کرتے ہیں اور دوسرے دن شرائط صلح پیش کر دیتے ہیں۔ اس کے باوجود کہ عیسائی وفد مہلہ کے لئے تیار رہی نہیں ہوا حضور خاتم المعصومینؑ کے متعلق یہ کہنا کہ آنحضرتؐ نے فلاں فلاں کو طلب فرمایا تھا بلکہ انہیں طلب فرما کر ایک چادر سے ڈھانپ لیا تھا اور اس واقعہ کو حدیث کساء کا نام بھی دیدیا جاتا ہے، کتنی ڈھٹائی، سیدہ زوری اور کذب پر مشتمل داستان سرائی ہے۔

دراست کی روشنی میں آیت مہلہ کے ضمن میں جو خیال آفرینیاں کی گئی ہیں وہ سراسر فحشی نکسال میں گھڑی گئی ہیں۔

آیت مہلہ خود اس بات پر شاہد ہے کہ حدیث کساء وغیرہ کی قسم کی روایات سراسر کذب پر مبنی ہیں۔

چند سوالات

ان لوگوں سے جن کا عقیدہ ہے کہ سیدنا حسنؑ ان کے مزموم دوازدہ ائمہ میں سے دوسرے امام تھے اور سیدنا معاویہؓ غاصب تھے۔

- ۱۔ امام حق سے کیا مراد ہے قرآن یا اصول الیہ کی روشنی میں امام حق کی تعریف کیلئے؟
- ۲۔ سیدنا حسنؑ اگر امام حق تھے تو انہوں نے حق امامت سیدنا معاویہؓ کے سپرد کر کے خود اپنے برادر خود راہ

- ۳۔ کیا ایک امام حق کے لئے یہ جائز ہے کہ وہ کسی غاصب کے ہاتھ پر بیعت کرے۔
- ۴۔ سیدنا حسنؑ بعد اپنے برادر خود سیدنا حسینؑ سا ہا سال تک کیوں ایک غاصب حکمران سے مخالفت، عطیات حاصل کرتے رہے؟ کیا یہ تعاون و اعتراف علی الاضمر والحدوث ہیں؟
- ۵۔ سیدنا حسنؑ کی کتنی عجیب زاد گمان اور پرتیاں اس غاصب حکمران کے بیٹوں، بیٹیوں اور دیگر رشتہ داروں کے نکاح میں تھیں۔ اور دیگر ائمہ کی کتنی بیٹیاں اور بیٹیاں غاصب حکمران کے خاندان میں بیاہی گئیں؟
- ۶۔ اگر سیدنا حسنؑ یا دیگر مزموم ائمہ مجبوراً غاصب حکمران کے خاندان میں اپنی بیٹیاں دیتے رہے تو آفاق حکم کے تحت انہوں نے اس ملک سے ہجرت کر کے اپنا ایمان کیوں نہ بچایا؟
- ۷۔ سیدنا حسنؑ سیدنا معاویہؓ کے حق میں حق امامت سے دستبردار ہو گئے تو سیدنا حسینؑ کے حق میں نقص کس نے کی؟
- ۸۔ کیا وجہ ہے کہ دوازدہ ائمہ کے عقیدہ کے قائلین ہر نماز کے بعد ہر نام کے مزار کی طرف انگلی کا اشارہ کر کے صلوٰۃ و سلام بھیجتے ہیں۔ مگر سیدنا حسنؑ کے لئے نہ کوئی سلام مخصوص ہے اور نہ ہی ان کے مدفن کی طرف اشارہ کر کے کچھ پڑھا جاتا ہے۔
- ۹۔ کہا جاتا ہے کہ سیدنا حسنؑ کو زہر دے کر مارا گیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو آپ نے عالم ممالکان و ممالکوں ہوتے ہوئے زہر آلود شربت کیوں پیا۔ کیا آپ کا یہ فعل خودکشی کے ضمن میں نہیں آتا۔ اور اگر آپ نے خودکشی کی ترقفہ جعفریہ میں خودکشی کے متعلق کیا حکم ہے؟
- ۱۰۔ کیا سیدنا حسنؑ نے اپنی تمام زندگی میں سادات بنو امیہ کے متعلق کسی قسم کی نارا انگلی کا اظہار کیا؟

تلاک عشرہ کاملہ

ضروری اعلان

آج یکم مارچ ۱۹۶۹ء تک میری جو تالیفات طبع ہو چکی ہیں کتاب ہذا کے صفحہ پر ان کی فہرست موجود ہے۔ ان میں سے میں نے تاہیں دم کسی کتاب کی طباعت یا اشاعت کے حقوق کسی فرد یا ادارے کے نام منتقل نہیں کئے۔ اگر کسی فرد یا ادارے نے میری کسی تالیف پر مجملہ حقوق بحق فلاں محفوظ ہیں کے الفاظ لکھے ہیں تو وہ سراسر غیر قانونی منظور ہوں گے۔

میری زندگی میں میری تالیفات کا حق اشاعت ہر اس فرد یا ادارے کو حاصل ہوگا جو مجھ سے تحریری طور پر اشاعت کی اجازت حاصل کرے گا۔ اور میری موت کے بعد یہ حق خود بخود میری اولاد کو منتقل ہو جائے گا۔ لہذا کوئی فرد یا ادارہ میری کسی تالیف پر مجملہ حقوق بحق فلاں یا فلاں محفوظ ہیں لکھنے کا مجاز نہیں۔ ایسا لکھنے والوں کے متعلق میں قانونی حقوق بحق خود محفوظ رکھتا ہوں۔

میری اس تحریر کا اطلاق میری آئندہ تالیفات پر بھی لاگو منظور ہو۔ تا وقتیکہ میں خود اس اعلان میں کسی قسم کی ترمیم نہ کروں۔

حکیم فیض عالم صدیقی

فیصل کا صدیقی تقیم نور

یکم مارچ ۱۹۶۹ء